WWW.PAKSOCIETY.COM
ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
اگست ۲۰۱۵ء
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اشاعت کا ۶۳ واں سال

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

صدر مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

جلد ۶۳ — شمارہ ۸

اگست ۲۰۱۵ عیسوی — شوال المکرم، ذیقعد ۱۴۳۶ ہجری

ٹیلی فون: 36620945 سے 36620949
36616001 سے 36616004
ایکسٹینشن: (054 یا 052 یا 066)
ٹیلی فیکس نمبر: (92-021) 36611755
ای میل: hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان: www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف): www.hamdardlabswaqf.org
ویب سائٹ ادارہ سعید: www.hakimsaid.info
فیس بک: www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

قیمت عام شمارہ ۳۵ رُپے
سالانہ (عام ڈاک سے) ۳۸۰ رُپے
سالانہ (رجسٹری سے) ۵۰۰ رُپے
سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر) ۳۴۰ رُپے
سالانہ (غیر ممالک سے) ۵۰-امریکی ڈالر

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابل قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

سرورق کی تصویر: زینب بدر، اسلام آباد

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم آزاد ہیں۔ ہماری نئی نسل نے، نونہالوں نے آزادی کے سائے میں آنکھ کھولی ہے۔ انھوں نے غلامی کا زمانہ نہیں دیکھا۔ یہ ان کی خوش قسمتی ہے۔ آزادی کی نعمتیں ان کو شروع ہی سے میسّر ہیں۔ اس کے لیے ان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور آزادی کی برکتوں سے خوب فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ آزادی کی برکتیں کیا ہیں؟ آزاد انسانوں کو اپنی زندگی بنانے کا خود اختیار ہوتا ہے۔ ان پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ وہ اپنی مرضی کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ملک کو جیسا چاہیں بنا سکتے ہیں۔ وہ اپنی قوم کی ترقی کے لیے بہترین راستے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کی بھلائی اور خدمت کے لیے کام کرنے میں آزاد ہوتے ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہوتی ہے۔ صرف ایک پابندی ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کی آزادی نہ چھینیں۔ دوسروں کو بھی جینے، کام کرنے اور آگے بڑھنے کا موقع دیں۔ اگر ہم یہ سب کر رہے ہیں تو گویا آزادی کی برکتوں سے فیض اُٹھا رہے ہیں۔ اگر ہم یہ نہیں کر رہے ہیں تو ہم آزادی کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں اور ہم صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہیں۔

یومِ آزادی کے موقع پر ہمیں یہ باتیں سوچنی چاہییں اور اپنا جائزہ لینا چاہیے اور اگر کوئی کمی ہے تو اس کو دور کرنا چاہیے۔ پھر ہمیں ان بزرگوں اور محسنوں کو بھی یاد کرنا چاہیے، جن کی کوششوں اور قربانیوں سے ہمیں آزادی ملی یا آزادی مانگنے کے جرم میں جن کی جانیں قربان ہوگئیں، جن کے عزیز شہید ہوئے، جن کی ساری عمر کی کمائی اور گھر بار چھن گئے۔ ان کو یاد کر کے اور ان کا سا جذبہ پیدا کر کے ہم امن، آرام اور خوش حالی کی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔

(ہمدرد نونہال اگست ۱۹۹۰ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

خوشی بانٹنا شروع کرو، پھر دیکھو تمھیں کتنی خوشی ملتی ہے۔

ہمدرد نونہال اگست ۲۰۱۵ء کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگست کی ۱۴ تاریخ کو ہمیں وہ نعمت ملی، جسے آزادی کہتے ہیں۔ آزادی، زندگی کا دوسرا نام ہے۔ غلامی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہوتی ہے۔ سو سال سے زیادہ ہم نے غلامی کی زندگی گزاری۔ اس عرصے میں ہم بہت سی نعمتوں سے محروم رہے، لیکن آخر ہمارے رہنماؤں نے اپنے علم اور عزم سے جدوجہد کر کے، قربانیاں دے کر، تکلیفیں اُٹھا کر ہمیں جگایا اور آزادی حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کیا اور آخر کار ہمیں غلامی سے آزاد کرایا۔

ہم ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے آزاد ہیں۔ ہمارے لیے تمام راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ہم ان راستوں پر چلے، آگے بڑھے، لیکن کبھی کبھی بھٹک بھی گئے، نقصان اُٹھایا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہمیں جلد سیدھا راستہ مل گیا۔ خدا کرے ہم اسی راستے پر چلتے رہیں۔

جون ۲۰۱۵ء کا شمارہ خاص نمبر تھا۔ نونہالوں نے بہت پسند کیا۔ خوب پڑھا۔ ہمارے دل کو اطمینان ہوا۔ ان نونہالوں کو ہی اپنے ہمدرد نونہال کو چلانا ہے، بڑھانا ہے اور ان شاء اللہ بڑھائیں گے۔ مجھے بھی یاد رکھنا۔ ☆

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

آپس میں سلام کو عام کرو، محبت بڑھے گی۔

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

حضرت عثمان غنیؓ

تلوار کا زخم جسم پر لگتا ہے اور زبان کا دل پر۔

مرسلہ : عرشیہ نوید، کراچی

حکیم لقمان

محنت نہ کرنا انسان کو محتاج بنا دیتا ہے۔

مرسلہ : محمد طلحہ مغل، ڈگری

شیخ فرید الدین گنج شکرؒ

غصہ انسان کی طاقت نہیں، کم زوری ہے۔

مرسلہ : محمد شکیب مسرت، بہاول پور

حافظ شیرازی

زمانہ کتابوں سے زیادہ اچھا معلم ہے۔

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

شیخ سعدیؒ

نا اہل کی تربیت کرنا گنبد پر اخروٹ رکھنے کے برابر ہے۔

مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

بزرجمہر

میں نے کڑوا کسیلا بھی کھایا، لیکن محتاجی سے زیادہ کڑوی کوئی شے نہیں ہے۔

مرسلہ : عبدالجبار روحی انصاری، لاہور

سرسید احمد خاں

دل کو ہلاک کرنے والی بیماریوں میں سے ایک بیماری خوشامد ہے۔

مرسلہ : عبدالرافع، لیاقت آباد

شیکسپیئر

الفاظ کو معمولی نہ سمجھو۔ ایک چھوٹا سا لفظ ''زبردست گھونسہ'' ثابت ہو سکتا ہے۔

مرسلہ : عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

مہابھارت

جو کسی کتاب سے اس کا مقصد نہ سمجھے، وہ صرف اس کا بوجھ اُٹھانے والا ہے۔

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری، کراچی

☆☆☆

نعتِ رسول اللہ ﷺ

سید سخاوت علی جوہرؔ

چاند اللہ ہے اور ستارہ نبیؐ
سارے نبیوں کی آنکھوں کا تارا نبیؐ

سب نے مانا امین اور صادق انھیں
سب سے اولیٰ و اعلا ہمارا نبیؐ

بخشوائیں گے محشر میں سب کو وہی
بے سہاروں کے بھی ہیں سہارا نبیؐ

اُس کی تقدیر یکسر بدل جاتی ہے
جس نے مشکل میں تم کو پکارا نبیؐ

بہ رہے ہیں گناہوں کے دریا میں سب
کشتیِ عاصیاں کا کنارا نبیؐ

یوں تو دنیا میں آئے پیمبر بہت
سارے نبیوں کا چاند اور تارا نبیؐ

بات جوہرؔ سمجھنے کی بس یہی
وہ ہے افضل نبی، وہ ہے پیارا نبیؐ

آزاد پاکستان

مسعود احمد برکاتی

ایک محبِ وطن نونہال کی سوچ، ایک نونہال کی آرزو

میرا پاکستان دنیا کا سب سے پیارا، سب سے خوب صورت، سب سے عظیم ملک ہے۔ جی ہاں، یہی پاکستان ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ ابھی یہ ہمیں ایسا نہیں لگتا، لیکن دنیا بہت جلد دیکھے گی کہ ہمارا پاکستان ایسا ہی ہوگا جیسے میں نے کہا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے پاکستان اسی لیے بنایا ہے کہ ہم آزادی سے رہ سکیں، آزاد پاکستان کا مطلب کیا ہے۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی غیر قوم کے غلام نہ ہوں۔ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں، کوئی ہمیں اپنے راستے پر چلنے پر مجبور نہ کرے۔ کوئی ہم سے یہ نہ کہہ سکے کہ تم یہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کے احسان مند نہ ہوں۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ ہم جسے اچھا سمجھیں اُسے اچھا کہیں۔ کوئی ہمیں مجبور نہ کرے کہ ہم اس کی بات مانیں۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کی امداد کے محتاج نہ ہوں اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ ہم اپنی مرضی کی زندگی گزاریں، لیکن اس کے لیے کسی کی مدد نہ مانگیں۔ ہم سادہ زندگی گزاریں۔ ہم معمولی کھائیں، معمولی گھروں میں رہیں اور اسی پر مطمئن رہیں، بلکہ اس پر فخر کریں کہ ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہیں اور ہم نے یہ سادہ زندگی اپنی خوشی سے اختیار کی ہے۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ نمود و نمائش کی پروا نہ کریں۔ اگر ہم سادہ کپڑے پہنتے ہیں تو اسی میں خوش رہیں، کیوں کہ اصل بڑائی علم میں ہے۔ ہم بڑے ہو کر علم کا اُجالا پھیلائیں گے اور دنیا کو علم کی روشنی سے منور کریں گے۔ پاکستان کا نام دنیا میں روشن کریں گے۔ دنیا رہنمائی کے لیے ہماری طرف دیکھے گی۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم علم کے سچے طالب ہیں۔ استاد کی عزت کرتے ہیں، کتاب سے محبت کرتے، محنت سے پڑھتے ہیں۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کریں، فضول خرچی نہ کریں۔ کفایت شعاری کو عادت بنائیں، تاکہ ہمیں کسی کا قرض دار نہ ہونا پڑے۔ ہماری نظریں کسی کے سامنے نیچی نہ ہوں۔ ہماری خودی زخمی نہ ہو اور ہم سر اونچا کر کے چل سکیں۔

آزاد پاکستان کا مطلب ہے اپنے بھائیوں سے محبت، بھائی بھائی کا خیال رکھتا ہے، ایک دوسرے کے کام آتا ہے اور آپس میں پیار سے رہتا ہے۔

آزاد پاکستان کا مطلب ہے فرض شناسی۔ آزاد قوم کا ہر فرد اپنا فرض بڑی ذمے داری اور خوبی سے ادا کرتا ہے اور اپنا کام خوشی خوشی کرتا ہے۔ جو کام اس کے سپرد کیا جائے یا وہ خود اپنے ذمے لے اسے پوری توجہ سے، پوری دل چسپی سے پورا کرتا ہے۔ فرض ادا کر کے اسے خوشی ہوتی ہے۔ وہ اپنا فرض کسی کے ڈر کی وجہ سے پورا نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنا کام اس لیے کرتا ہے کہ اس سے خود اس کو بھی فائدہ ہوگا اور پاکستان کو بھی فائدہ ہوگا، اس کے بھائیوں کو بھی فائدہ ہوگا۔

آزاد پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کوئی پاکستانی کسی کا حق نہیں مارتا۔ سب

کے حقوق خوشی سے ادا کرتا ہے۔ ہر ایک کا حق ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

آزاد پاکستان کا مطلب ہے کہ پاکستان کی ہر چیز خوب صورت ہو، پاکیزہ ہو، صاف ستھری ہو۔ آزاد ملک کا کوئی شہری گندگی کو پسند نہیں کرتا۔ نہ وہ خود گندہ رہتا ہے، نہ گندگی پھیلاتا ہے۔ وہ گندگی سے بچنے میں اپنے بھائیوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے ملک اور شہر کو اور اپنے محلے کو اپنا گھر سمجھتا ہے۔ وہ اپنے گھر کو صاف رکھنے کے لیے کوئی چیز باہر نہیں پھینکتا۔ گھر دھو کر گلی میں پانی نہیں بہاتا۔ آزاد پاکستانی کوئی چیز بے جگہ نہیں رکھتا، کوئی کوڑا سڑک پر نہیں ڈالتا۔

آزاد پاکستان کا کوئی شہری سڑکوں پر نہ خود کھڑا ہوتا ہے، نہ اپنی سائیکل، موٹر سائیکل یا کار سڑک پر اس طرح کھڑی کرتا ہے کہ چلنے والوں کو تکلیف ہو۔ نہ وہ سڑک پر کوئی خیمہ (ٹینٹ) لگاتا ہے، جس کی وجہ سے سڑک پر بانس گاڑنا پڑتے ہیں اور سڑک پر گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

آزاد پاکستانی اپنے باغوں اور پارکوں کی حفاظت اپنے گھر کی طرح کرتا ہے۔ وہاں گندگی نہیں پھیلاتا۔ وہ باغ کا کوئی پھول نہیں توڑتا، نہ وہاں بکری یا کسی جانور کو لے جاتا ہے۔

آزاد پاکستانی درختوں کو خراب نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ درخت ہماری صحت کے لیے مفید ہیں، ان سے ہوا صاف ہوتی ہے، آکسیجن ملتی ہے، جلتی دھوپ میں سایہ ہوتا ہے، درختوں کے سائے میں انسان کو سکون ملتا ہے۔ وہ درختوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو انسانوں کی طرح عزیز رکھتا ہے۔

آزاد پاکستان میں لیڈر بہت مخلص، ہمدرد اور دیانت دار ہوتے ہیں۔ وہ قوم کی

بھلائی کے لیے اچھے اچھے کام کرتے ہیں۔ نئی نئی اسکیمیں بناتے ہیں۔ خود قربانی دے کر پاکستان کے عوام کے فائدے کے لیے کام کرتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دولت نہیں بانٹتے، بلکہ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسے کام کریں جس سے سب کو فائدہ ہو۔ وہ قوم کی دولت کو اپنی ذاتی دولت نہیں سمجھتے اور اسے ملک سے باہر نہیں لے جاتے، بلکہ اسے ملک اور قوم کی بھلائی اور ترقی کے لیے صرف کرتے ہیں۔ وہ عوام کو بھی فرض شناسی، سادگی، ایمان داری، کفایت شعاری، محنت کا سبق دیتے ہیں اور یہ سبق صرف زبان سے نہیں دیتے، بلکہ خود اس پر عمل کر کے عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔

آزاد پاکستان کے عوام بھی انتخابات کے وقت اچھے اچھے لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں۔ شریف اور قابل لیڈروں کو منتخب کرتے ہیں۔

آزاد پاکستان کا ہر شہری قانون کی پابندی کرتا ہے۔ قانون کے مطابق چلنے میں ہر شہری ایک دوسرے کی اور حکومتی کارکنوں اور افسروں کی مدد کرتا ہے۔ وہ سرکاری افسروں کو رشوت نہیں دیتا۔ وہ نہ خود غلط کام کرتا ہے اور نہ دوسروں کو کرنے دیتا ہے۔

آزاد پاکستان کا ہر شہری پُر امن ہوتا ہے اور امن کی قدر کرتا ہے۔ وہ کسی کے بہکائے میں آ کر قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا، کیوں کہ اس کو پاکستان سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے، اپنے آپ سے بھی زیادہ پیارا۔

دیکھو میں کتنی دور چلا گیا اور بڑی بڑی باتیں کر گیا، لیکن میری آرزو ہے کہ میرا پاکستان اور میرے پاکستانی بھائی ایسے ہی ہوں۔ ہم نونہال بڑے ہو کر پاکستان کو ایسا ہی پیارا، خوب صورت اور عظیم پاکستان بنائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ ☆

خوش خوش رہنا

شمس القمر عاکف

پژمردہ پژمردہ رہنا ٹھیک نہیں
افسردہ افسردہ رہنا ٹھیک نہیں

خوش خوش رہنا سیکھ لے ، جس کو جینا ہے
بجھا بجھا یوں رہنا ، زہر کا پینا ہے

یوں بیکار ہے ، رونے سے کیا پاؤ گے؟
روتے روتے سونے سے کیا پاؤ گے؟

پیارے پیارے بچوں کی یہ شان نہیں
اچھے اچھے بچوں کی یہ شان نہیں

ہونٹوں پر بچوں کے مُسکان آئی
اللہ اللہ! واپس ، جان میں جان آئی

وھیل۔ سمندر کا ہاتھی

شیخ عبدالحمید عابد

کرۂ ارض کا تین چوتھائی حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس میں قسم قسم کے نباتات، حیوانات اور جمادات پائے جاتے ہیں۔ ان میں مائیکروسکوپ سے نظر آنے والے بیکٹریا سے لے کر بڑی بڑی مچھلیاں اور دوسری آبی مخلوق موجود ہے۔

وھیل پانی کا عظیم الجثہ جانور ہے۔ اسے پانی کا ہاتھی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ وھیل کو اس وقت سمندر کا سب سے بڑا جان دار کہا جاتا ہے۔ اس کی سو سے زیادہ قسمیں ہیں۔ ان میں سب سے چھوٹی وھیل کا وزن تین سو پچاس کلوگرام اور لمبائی ڈھائی میٹر ہوتی ہے۔ سب سے بڑی وھیل کا وزن ایک سو ٹن اور لمبائی چھبیس میٹر ہوتی ہے۔

نیلی وھیل سب سے زیادہ وزنی ہوتی ہے۔ اس کی زبان کا وزن تین ٹن اور دل کا وزن چھے سو کلوگرام ہوتا ہے۔ اس میں بیس ہاتھیوں اور تیس سو گاڑیوں کی برابر طاقت ہوتی ہے۔ یہ منھ کھولتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کسی بہت بڑے ہال کا پھاٹک کھل گیا ہے۔ یہ سمندر میں چلتا پھرتا پہاڑ محسوس ہوتی ہے۔ وھیل کی سانس لینے کا انداز بہت اچھوتا ہے۔ آبدوز کی تیاری میں وھیل کے نظامِ تنفس سے ہی مدد لی گئی ہے۔

وھیل ممالیہ جانور ہے، جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔ خیال ہے کہ یہ جانور بیالیس کروڑ سال پہلے وجود میں آیا تھا۔ بنیادی طور پر اس کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک دانتوں والی اور دوسری جالی دار منھ والی۔

دانتوں والی قسم کو ''اسپرم وھیل'' کہتے ہیں۔ اس کا سر جسم سے ایک تہائی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس وھیل میں پایا جانے والا تیل بہت قیمتی خیال کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک قسم ایسی بھی ہے جو ''خونی وھیل'' کہلاتی ہے۔ اس کے اوپر ۱۸ میٹر اونچا پَر لگا ہوتا ہے جو سمندر

کے اوپر تیرنے والی اشیا کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسپرم وھیل پر کوئی موسم اثر نہیں کرتا۔ اس کا پَر اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ یہ راستے میں آنے والا برفانی تودہ بھی توڑ سکتا ہے۔

یہ سمندری جانور پانچ سے آٹھ سو میٹر گہرائی تک غوطہ لگا سکتا ہے۔ وھیل میں سیکڑوں ٹن تیل موجود ہوتا ہے۔ پانی میں ۵۰ کلو میٹر دور تک ہلکی سے ہلکی آواز بھی اسے سنائی دے سکتی ہے۔ اسے گہرے تاریک سمندر میں بھی لہروں کی حرکت سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کوئی دشمن یا شکار اس سے کتنے فاصلے پر ہے۔

یہ سمندری جانور خاندان بنا کر رہتا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں۔ مادہ وھیل دو، تین برسوں میں ایک بچہ دیتی ہے۔ مادہ وھیل اپنے بچے کی حفاظت اور پرورش پر بہت توجہ دیتی ہے۔ جلد ہی بچہ تیرنے لگتا ہے اور چند ہی دنوں میں یہ خود پہاڑ جیسا بن جاتا ہے۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ☆

نیکی کا اثر

روبنسن سیموئیل گل

صبح صبح بیکری میں داخل ہوتے ہوئے 'ایشے' کی نظر فٹ پاتھ پر بیٹھے کم زور اور عمر رسیدہ شخص پر پڑی تو اُسے بہت ترس آیا۔ وہ اپنے والد کے ہمراہ بیکری سے ڈبل روٹی اور انڈے خریدنے آیا ہوا تھا اور اسکول لے جانے کے لیے بھی کچھ کھانے پینے کی چیزیں خریدنی تھیں۔ ایشے نے اپنے ابو سے کہا: ''پاپا! وہ دیکھیں بے چارے بوڑھے بابا جی جو باہر بیٹھے ہوئے ہیں، کتنے کم زور اور بھوکے ہیں۔ اُن کے کھانے کے لیے بھی کچھ خرید لیں۔''

ایشے کی بات سُن کر اُس کے پاپا بہت خوش ہوئے۔ رات کی باتیں ایشے کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ جو امی جان نے اُسے اور اُس کی چھوٹی بہن 'جو آنہ' کو بتائی تھیں: ''بچو! جب ہم کوئی اچھا کام کر سکتے ہوں اور ہمارے پاس موقع بھی ہو، مگر ہم پھر بھی نہ کریں تو یہ خدا کی نافرمانی اور گناہ ہے۔ جب ہم کوئی نیکی کرتے ہیں تو خُدا کبھی بھی ہمارا مقروض نہیں رہتا، وہ ضرور اُس کا اجر دیتا ہے۔ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہم خُدا کو قرض دیتے ہیں، اس لیے وہ فوراً ہی اُس کا بدلہ دیتا ہے...... اور ہاں بچو! یہ بھی یاد رکھو کہ جب ہم کوئی نیکی کرتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ شاید ہم نے کسی ایک کی مدد کی ہے، مگر خُدا تعالیٰ اُسے بہتوں کی بھلائی اور فائدے کے لیے استعمال کر لیتا ہے۔''

اُس بوڑھے کو دیکھ کر جہاں ایشے کو اُس پر ترس آیا، وہاں یہ خیال بھی آیا کہ اگر ہم نے اس کی مدد نہ کی تو خُدا ناراض ہو جائے گا۔

تمام سودا سلف خریدنے کے بعد ایشے کے والد نے دُکان دار کو ایک شِیر مال بھی دینے کو کہا۔ تازہ شِیر مال کی مہک بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ ایشے کو شِیر مال تھماتے ہوئے اُس کے پاپا بولے: ''لو بیٹا! اب اُن بابا جی کو آپ اپنے ہاتھ سے دے دو۔''

ایشے نے بڑی خوشی اور جوش کے ساتھ وہ شِیر مال باہر فٹ پاتھ پر بیٹھے اُس لاغر سے بوڑھے کو دے دیا، جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے، بال بے ترتیب انداز میں بڑھے ہوئے تھے۔ سفید داڑھی بھی اُسی طرح سے بڑھی ہوئی تھی اور اُس کے جھریوں والے چہرے کو چھپا رکھا تھا۔ نہ جانے اُس اُداس چہرے کے پیچھے اُس بوڑھے شخص نے کتنے غم، کتنے دُکھ چھپا رکھے تھے۔ نو سالہ ایشے نے اُسے بڑی محبت کے ساتھ شِیر مال پکڑا دیا۔ اُسی دوران ساتھ والے کھوکھے سے ایک عدد چاے کا کپ بھی کوئی اُس بوڑھے بابا کو دے گیا تھا۔ شِیر مال پکڑتے ہوئے بوڑھے کی آنکھیں خوشی اور شکر گزاری کے ساتھ جھلملانے لگیں۔ اپنے میلے کچیلے ہاتھوں سے اُس نے ایشے کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دیتے ہوئے کہا: ''اللہ خوش رکھے بچے!''

ایشے ایک عجیب سی خوشی اور احساس لیے ہوئے اپنے والد کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سچ ہے کہ دوسروں کی مدد کر کے اور اُن کی ضرورت پوری کر کے انسان کو ہمیشہ ایک عجیب خوشی اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

بابا جی نے شِیر مال کا لفافہ کھولا اور پھر چاے میں بھگو بھگو کر کھانے لگا۔ اِسی دوران ایک کُتا بھی کھوکھے کے پاس ایک تختے کے نیچے سے آ نکلا۔ بابا جی نے شِیر مال کا ایک ٹکڑا اُس کی طرف اُچھال دیا، وہ بھی خوشی خوشی کھانے لگا۔ بابا جی نے بھی پیٹ بھر کر کھایا۔ چاے کی پیالی ختم ہوئی تو انھوں نے بچا ہوا

شِیر مال کا ٹکڑا ایک طرف رکھ دیا۔ بالکل اُوپر ہی بجلی کی تاروں پر ایک کوا بیٹھا موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی اُس نے دیکھا کہ بابا جی کا دھیان دوسری طرف گیا اور شِیر مال کا ٹکڑا ایک جانب پڑا ہوا ہے تو اُس نے جھپٹ کر وہ ٹکڑا اُٹھا لیا اور یہ جا وہ جا، نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بابا جی کوے کی اِس شرارت اور چالاکی پر مسکرا کر رہ گئے۔

کوا وہ ٹکڑا چونچ میں لیے ہوئے قریب ہی ایک گھنے درخت پر جا بیٹھا اور مزے سے تازہ شِیر مال سے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے لگا۔ وہ اپنی چونچ کی مدد سے اپنے پنجوں میں پکڑے شِیر مال کو توڑ توڑ کر کھانے میں مصروف تھا۔

وہ جس درخت پر بیٹھا تھا وہ ایک بڑے احاطے میں واقع تھا، جو دراصل ایک بڑی

ورکشاپ کا حصہ تھا۔ اُسی درخت کے نیچے ایک پرانی کار کا ڈھانچا گزشتہ کئی سالوں سے پڑا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اُس کار کے ڈھانچے میں بھی زندگی کے آثار موجود تھے۔

اچانک کوے کے پنجوں سے شیر مال کا باقی ماندہ ٹکڑا چھوٹ گیا اور اُسی کار کے ڈھانچے کے قریب جا گرا۔ کوا تیزی سے اُس شاخ سے اُڑا، تاکہ اُس ٹکڑے کو واپس لے سکے، مگر اُسی دوران کار کے اُس ڈھانچے کے نیچے سے ایک سلیٹی رنگ کی میلی کچیلی سی لاغر بلی خود کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلی، اُس کی پچھلی دو ٹانگیں کسی حادثے کی وجہ سے بیکار ہو چکی تھیں۔ وہ اگلی دو ٹانگوں کی مدد سے ہی اپنے پچھلے حصے کو گھسیٹ گھسیٹ کر چلتی تھی اور زیادہ دُور تک جانے یا اپنے لیے چوہوں کا شکار کرنے سے قاصر تھی۔ اس حالت کے باوجود اب تک زندہ تھی، یعنی کائنات کا خالق اور مالک اُسے بھی روزانہ رزق مہیا کرتا تھا۔ بلی کو دیکھ کر کوا گھبرا گیا اور اُس نے شیر مال دوبارہ اُٹھانے کا ارادہ ترک کر کے واپسی کی راہ لی۔

بلی اُس ٹکڑے کو رغبت کے ساتھ کھانے لگی اور پھر اُسی طرح اپنے پچھلے دھڑ کو گھسیٹتی ہوئی واپس اُسی کار کے ڈھانچے کے نیچے جا گھسی۔ چند ہی لمحوں میں چیونٹیوں کی ایک قطار شیر مال کے بچے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرّات کو لے کر اُسی درخت کی جڑ میں اپنے بل میں داخل ہونے لگیں۔ وہ خوش تھیں کہ صبح صبح ہی اتنی لذیذ خوراک انھیں اتنی آسانی سے مل گئی۔

ایشے گھر پر ناشتا کرنے کے بعد اپنے ابو کے ساتھ اسکول کی جانب رواں دواں تھا۔ اُس نے ناشتے کی میز پر ہی اپنی امی کو بتایا کہ اُن کی نصیحت کے مطابق اُس نے ایک بوڑھے شخص کی مدد کی اور ایسا کر کے اُسے بہت خوشی حاصل ہوئی۔

اُس کی امی نے مسکراتے ہوئے کہا: ”شاباش بیٹا! یہی خوشی ہے جو خُدا ہمیں نیکی کرنے کے بعد عطا کرتا ہے۔ یہ خوشی پیسوں سے نہیں خریدی جا سکتی۔“

ایشے کو تو خوشی اِسی بات کی تھی کہ اُس نے ایک بھوکے بابا جی کو کھانے کے لیے کچھ دیا، مگر اُسے اندازہ نہیں تھا کہ خُدا نے نہ صرف بابا جی کو، بلکہ ایک کُتے، ایک کوے، ایک معذور بلی اور کئی چیونٹیوں کو بھی ایشے کی اُس نیکی کی وجہ سے رزق مہیا کیا ہے۔

سچ ہے کہ خُدا ہماری کسی بھی نیکی کو ضائع نہیں جانے دیتا۔ اُس نیکی کا اثر بہت دور تک جاتا ہے۔ ہمیں بھی اُس کا اجر ملتا ہے اور دوسرے بھی بہت سے لوگ اور جان دار اُس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔

☆

احمق مددگار

کرسٹینا سلویا

سائمن کبھی گھر سے دور کہیں نہیں گیا تھا۔ ایک دن اس کے اسکول ٹیچر نے اس سے پوچھا: ''کیا تم دوسرے لڑکوں کے ساتھ کیمپ میں جانا چاہتے ہو؟ تم اپنی امی سے پوچھو، اگر وہ تمھیں جانے کی اجازت دیں تو تم ہمارے ساتھ چلنا۔ ہم ''ہوائی پہاڑی'' پر اپنا کیمپ لگائیں گے۔ تم پہلے کبھی وہاں نہیں گئے ہو گے۔''

سائمن اپنی امی سے پوچھنے کے لیے گھر کی طرف بھاگا۔ امی نے اسے جانے کی اجازت دے دی تو وہ خوشی سے پاگل ہونے لگا۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: ''میں ایک

مدد گار لڑکا ثابت ہوں گا، میں سیکھوں گا کہ خیمہ کیسے باندھتے اور اُتارتے ہیں، میں برتن دھوؤں گا، میں ہر کام کروں گا۔''

پھر سائمن دوسرے لڑکوں کے ساتھ کیمپ میں چلا گیا۔ اس کے کندھوں پر اس کا بیگ تھا، جس میں اس کی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ بیگ کافی بھاری تھا، لیکن سائمن نے اسے خوشی سے اُٹھا رکھا تھا۔ سب لڑکے سائمن کو دیکھ کر ہنس رہے تھے، لیکن سائمن نے کسی کی بات کا بُرا نہ مانا۔ سائمن نے خیمہ باندھنا سیکھا، لیکن وہ اسے ٹھیک سے باندھ نہ سکا۔ اس نے ندی پر جا کر برتن دھونے سیکھے، لیکن جب اس نے دو مرتبہ برتن ندی میں گرا دیے تو پھر کسی نے اسے دوبارہ برتن نہیں دھونے دیے۔ پھر اسے دودھ لانے کے لیے کہا گیا اور ایک جگ دیا گیا۔ سائمن دودھ لانے کے لیے نکلا تو اسے یاد آیا کہ اس نے پوچھا ہی نہیں کہ دودھ کہاں سے ملتا ہے؟ وہ وہیں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں اور اگر میں اب پوچھنے گیا تو سب مجھ پر ہنسیں گے، اس لیے مجھے سوچنا چاہیے کہ دوسرے لوگ کہاں سے دودھ لاتے ہوں گے۔

قریب ہی ایک گائے کھڑی کافی دیر سے سائمن کو گھور رہی تھی، کیوں کہ وہ اس کی رسّی پر کھڑا تھا اور وہ چارا نہیں کھا سکتی تھی۔ اس نے غصے سے آواز نکالی تو سائمن نے سوچا کہ یہ یقیناً مجھ سے کچھ کہہ رہی ہے، کیوں کہ یہاں تو صرف میں ہی ہوں۔ اس نے سوچا کہ دودھ تو گائے سے ہی ملتا ہے۔ وہ گائے سے بولا: ''پلیز! تم ایک منٹ میری بات تو سنو، بس تھوڑی دیر کے لیے میری بات سن لو۔'' وہ گائے کے سامنے جگ لہرا رہا تھا، لیکن گائے نے اسے کوئی توجہ نہیں دی اور دَھم سے نیچے بیٹھ گئی۔

وہ غصے سے بولا: ''مجھے فضول کے نخرے مت دکھاؤ اور کھڑی ہو کر اس جگ کو دودھ سے بھرو، سب لڑکے ناشتے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔'' گائے نے کوئی دھیان نہ دیا بس اپنی دم گھما کر سائمن کی ٹانگوں پر ماری تو وہ چیخ پڑا: ''یہ نہ کرو، کیا تم سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا، میں تمھاری مدد کروں؟''

اس نے گائے کو ہلکا سا دھکا دیا، لیکن وہ بے پروا بیٹھی رہی اور بالکل بھی نہ ہلی۔ اسی وقت سائمن کو محسوس ہوا کہ اس کو کسی نے آواز دی ہے۔ سائمن نے غور سے سنا تو اسے آواز آئی: ''سائمن! جلدی سے دودھ لے کر آؤ ہم سب منتظر ہیں۔''

سائمن بھاگ کر باڑھ کے پاس پہنچا، جہاں سے اسے آواز آتی ہوئی محسوس ہوئی

تھی اور بولا: ''گائے مجھے تو دودھ دے ہی نہیں رہی، یہ بہت ڈھیٹ ہے۔''

باڑھ کے پار سے لڑکا بولا: ''بے وقوف! تمھیں دودھ فارم سے لانا تھا۔ اب تم بہانے نہ بناؤ اور جگ مجھے دو۔'' جب لڑکے نے واپس آکر سب کو بتایا کہ سائمن گائے سے دودھ مانگنے کھڑا ہوا تھا۔ تو کچھ نہ پوچھو کہ سب اس پر کتنا ہنسے۔

سب لڑکے سائمن سے بولے: ''اب ہم تمھیں کوئی بھی اور کام نہیں کہیں گے۔ ایک بھی نہیں۔ تم کبھی اپنا دماغ استعمال نہیں کرتے۔ تم اتنے سست ہو کہ اس قدر سستی کے لیے ابھی کوئی لفظ ایجاد نہیں ہوا۔''

بے چارہ سائمن بہت پریشان ہوا۔ اس کا ساتھی جمی دوپہر کا کھانا بنا رہا تھا۔ جب سائمن اس کے پاس پہنچا اور گھگیاتے ہوئے بولا: ''پلیز! مجھے کوئی کام بتادو۔ دیکھو میں اب ہر کام ٹھیک کروں گا۔ اچھا، کیا میں آلو چھیل سکتا ہوں؟''

''نہیں، جب تم نے پچھلی مرتبہ چھیلے تھے تو آدھا چھلکا اوپر ہی لگا ہوا تھا۔'' جمی غصے سے بولا: ''اور اب تم جاؤ، میں ایک ملی جلی سبزیوں کا سالن بنا رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سالن اچھا بنے۔''

''تم اس میں کیا کیا چیز ڈالو گے؟'' سائمن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''گاجریں، آلو، شلجم، پیاز، مولی اور دوسرے مسالے۔'' جمی نے جواباً آرام سے بتادیا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ جب تک سائمن مطمئن نہیں ہو جائے گا اس کا سر ہی کھاتا رہے گا۔

''مجھے اِدھر شلجم نظر نہیں آرہے۔ کیا میں تمھیں لادوں؟'' اچانک سائمن نے جوش سے پوچھا۔

''ارے کیا تمھیں پتا ہے کیلے اور شلجم میں کیا فرق ہوتا ہے۔'' جمی مزاحیہ انداز میں بولا۔

''ہاں، ہاں، مجھے کیلے اور شلجم کے درمیان فرق کا پتا ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شلجم کھیتوں میں لگے ہوئے ہیں۔'' سائمن نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں بالکل، شلجم کھیتوں میں لگے ہوئے ہیں اور کسان نے ہمیں اجازت دی ہوئی ہے کہ ہمیں جو بھی چاہیے ہو ہم لے لیں۔'' جمی نے جواب دیا۔

''اب تم جاؤ، اور مجھے شلجم لا دو، لیکن یاد رکھنا کہ مجھے دوپہر کا کھانا بنانا ہے، رات کا نہیں اور مجھے شلجم چاہییں نہ کہ پیاز اور گاجریں۔'' سائمن چلا گیا، مگر اگلے ہی لمحے واپس آ گیا اور بولا: ''تمھیں کتنے شلجم چاہییں؟ کیا بیس کافی ہوں گے؟''

''نہیں بے وقوف! تین ہیں کافی ہوں گے اور اب تم جلدی جاؤ۔'' جمی جلدی جلدی آلو کے چھلکے اُتارتے ہوئے بولا۔

سائمن چلا گیا، لیکن پھر آدھے منٹ بعد واپس آ گیا اور بولا: ''تم نے مجھے شلجم کا سائز تو بتایا ہی نہیں، تمھیں بڑے شلجم چاہییں یا چھوٹے؟''

''بڑے۔'' جمی نے کچھ برہمی سے جواب دیا۔

سائمن نے پھر پوچھا: ''کتنے بڑے؟''

''اوہ! تمھارے سر جتنے بڑے۔'' جمی نے جھنجلا کر چیختے ہوئے کہا تو سائمن چل پڑا۔

وہ شلجم کے کھیت میں کچھ ہی دیر بعد پہنچ گیا۔ وہاں بہت زیادہ شلجم لگے ہوئے تھے۔ جڑوں والا حصہ زمین میں تھا اور پتے اوپر گچھوں کی صورت میں بکھرے ہوئے تھے۔ سائمن سوچنے لگا: ''میرا سر کتنا بڑا ہو سکتا ہے؟ مجھے کیسے اپنے سر کا سائز بالکل ٹھیک پتا چلے گا۔''

اب وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔ میں کیا طریقہ اختیار کروں کہ مجھے اپنے سر کا بالکل صحیح سائز پتا چل جائے، میں نے اپنا سر دیکھا ہوا تو ہے، لیکن میں ٹھیک سے اندازہ نہیں کر پا رہا ہوں۔ اس کو واپس جا کر یہ پوچھنا کہ میرا سر کتنا بڑا ہے؟ اسے بار بار پوچھنا ٹھیک نہیں لگا۔ وہ پھر سوچنے لگا کہ اگر میں نے اب واپس جا کر جمی سے اپنے سر کا سائز پوچھا تو وہ بہت غصے ہوگا اور باقی سب لڑکے میرا بہت مذاق اُڑائیں گے اور اگر میں اپنے سر سے بہت بڑے یا چھوٹے شلجم لے گیا تو بھی جمی نے ناراض ہی ہونا ہے۔ یہ تو ایک معما ہے میں اب کیا کروں۔ ہاں! اس میں اپنا دماغ استعمال کرتا ہوں۔ میں اچھی طرح سوچتا ہوں، ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔

پھر اس نے بہت سوچا، آخر وہ مسکراتا ہوا اُٹھا کیوں کہ وہ ایک نتیجے پر پہنچ گیا تھا۔ میری ہیٹ میرے سر پر پوری ہے۔ اس نے سوچا اور سر سے ہیٹ کو اُتارا اور خوشی سے بولا: ''اب میں اس سائز کے تین شلجم ڈھونڈتا ہوں۔ پھر اس نے ایک شلجم کو اُکھاڑا اور ہیٹ میں ڈالا اور پھر نکال کر پھینک دیا۔ وہ بہت چھوٹا تھا۔ پھر اس نے ایک اور شلجم اُکھاڑا، ہیٹ میں ڈالا اور پھینک دیا، کیوں وہ اس کی ہیٹ سے بڑا تھا۔ اس طرح اس نے بہت سارے شلجم توڑے، لیکن وہ سب ہیٹ کے سائز سے چھوٹے تھے یا بڑے تھے۔ پھر ایک اور شلجم اُکھاڑا تو وہ ہیٹ میں پورا آ گیا۔ سائمن کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ چومتے ہوئے بولا: ''بہت ہی اچھا شلجم ہے، بہت ہی اچھا۔'' اس کے بعد سائمن نے پھر شلجم اُکھاڑنے شروع کر دیے، لیکن ان میں سے کوئی بھی ہیٹ میں پورا نہ آیا۔ سائمن نے وہ تمام پھینک دیے۔ آخر سیکڑوں شلجم اُکھاڑنے کے بعد اسے دو اور شلجم ہیٹ کے سائز کے

مل گئے۔ سائمن نے شلجم بغل میں دبائے، ہیٹ سر پر رکھا اور کیمپ کی طرف چل پڑا۔

کیمپ میں جمی سوچ رہا تھا کہ شاید سائمن اب شام تک واپس نہ آئے، لیکن سائمن آ گیا۔

''تم نے میرا کتنا وقت برباد کروا دیا۔ سائمن! تمھیں تو اندازہ ہی نہیں ہے۔'' جمی شلجم پکڑتے ہوئے بولا تو سائمن مایوس ہو گیا کہ جمی نے تو اس بات کی تعریف ہی نہیں کی کہ میں شلجم بالکل اپنے سر کے سائز کے لایا ہوں۔

جب سائمن کھانا کھانے بیٹھا تو وہ بہت خوش تھا۔ اس نے ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر بتایا: ''آج میں لایا تھا شلجم۔ آج میں نے کھانا بنانے میں مدد کی ہے، آج تو میں نے کوئی بے وقوفی نہیں کی، کیوں کہ میں نے دماغ کا استعمال کیا تھا۔''

کچھ ہی منٹ کے بعد ایک لمبا چوڑا آدمی بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا آیا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔ اس نے ان کے ٹیچر کو مخاطب کیا: ''میں جاننا چاہتا ہوں کہ کس نے میرے کھیت کے آدھے سے زیادہ شلجم توڑے ہیں اور پھر انھیں پھینک دیا ہے۔''

''عجیب بہت عجیب! یہ میرے کیمپ کے لڑکوں کی حرکت نہیں ہو سکتی۔'' ان کا ٹیچر حیرت سے بولا۔ یہ سب تو بہت تمیز دار ہیں۔

''معاف کیجیے گا جناب! یہ آپ کے طالب علموں میں سے ہی کسی کی حرکت ہے۔'' کسان بولا اور میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کس کی حرکت ہے۔

''میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ حرکت میرے کیمپ کے لڑکوں کی نہیں ہے۔'' ٹیچر نے کہا۔ شلجم کو توڑنا اور پھر پھینک دینا۔

اچانک ان کی نظر سائمن پر پڑی جو چقندر کی طرح سرخ ہو رہا تھا، ان کے ذہن

میں بجلی کی طرح ایک خیال آیا: ''سائمن کیا تم نے یہ بُری حرکت کی ہے؟'' انھوں نے سختی سے پوچھا۔

سائمن نے ڈرتے ڈرتے کہا: ''سر! جمی نے مجھے میرے سر کے سائز کے شلجم لینے کے لیے بھیجا تھا اور مجھے اپنے سر کا سائز معلوم نہیں تھا، اس لیے میں نے اپنے سر سے ہیٹ اُتارا اور شلجم اس میں ڈال کر دیکھنا شروع کیا اور جو شلجم بڑے یا چھوٹے تھے انھیں وہیں پھینکتا رہا۔''

سارے کیمپ میں خاموشی چھا گئی۔ پھر اس خاموشی کو کسان کے چنگھاڑ جیسے قہقہے نے توڑا: ''اب میرا غصہ ختم ہو چکا ہے۔ میرے خیال میں اس لڑکے میں دماغ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔''

کسان کی بات سن کر سائمن کا بہت دل دُکھا، کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ آج تو اس نے واقعی دماغ استعمال کیا ہے۔

کسان اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا: ''اب آپ سائمن کو میرے ساتھ بھیجیں، تاکہ یہ ٹوٹے ہوئے شلجم میرے گھر پہنچا دے جو کھیت کے قریب ہی ہے۔''

پھر بے چارے سائمن نے پوری شام کسان کے گھر شلجم پہنچاتے ہوئے گزاری۔ کسان جس گھر کو قریب کہہ رہا تھا وہ کھیت سے پورے ڈیڑھ میل دور تھا۔ سائمن کو تو سبق حاصل ہو گیا۔

دوسری طرف جمی سوچ رہا تھا کہ اگر میں نے سائمن کو اس کی انگلیوں کے سائز کی گاجریں لینے بھیجا ہوتا تو وہ یقیناً اپنے دستانے اُتارتا اور گاجریں ان میں ڈال کر سائز دیکھتا۔

آپ کا کیا خیال ہے کیا سائمن ایسا ہی کرتا؟

☆

پیار سے

کرشن پرویز، انڈیا

کب کوئی بنتا بڑا گفتار سے
آدمی اونچا اُٹھا کردار سے

بات بگڑی ہے سدا تکرار سے
ختم نفرت کو کرو تم پیار سے

پیار سے وہ زخمِ دل بھی بھر گئے
جو لگے الفاظ کی تلوار سے

کوئی بھی دشمن بڑے سے ہو بڑا
وہ بھی اپنا بن گیا ہے پیار سے

ہر قدم پرویزؔ ہے اک امتحاں
دل کبھی چھوٹا نہ کرنا ہار سے

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

☆ دینِ اسلام کی راہ میں جان دینے والے پہلے شہید حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ ہیں۔ انھوں نے حرمِ کعبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچاتے ہوئے اپنی جان دی تھی۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے فرزند تھے، جو ان کے پہلے شوہر سے تھے۔

اسی طرح اسلام کی خاطر جان دینے والی پہلی خاتون حضرت سمیہؓ ہیں۔ یہ ابو حذیفہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ انھوں نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابوجہل نے ان پر ظلم و تشدد کیا اور ایک روز انھیں برچھی مار کر شہید کر دیا۔ حضرت سمیہؓ، حضرت یاسرؓ کی زوجہ اور حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں۔

☆ عشرہ مبشرہ سے مراد وہ جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، جنھیں اللہ کے رسولؐ نے ان کی زندگی میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲) حضرت عمر فاروقؓ
۳) حضرت عثمان غنیؓ ۴) حضرت علی المرتضیٰؓ
۵) حضرت طلحہؓ ۶) حضرت زبیرؓ
۷) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ۸) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
۹) حضرت سعیدؓ بن زید ۱۰) حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح

☆ اسی طرح اب تک نشانِ حیدر حاصل کرنے والوں کی تعداد بھی اتفاق سے دس ہی ہے۔

۱) کیپٹن محمد سرور شہید (۱۹۴۸ء) ۲) میجر محمد طفیل شہید (۱۹۵۸ء)
۳) میجر عزیز بھٹی شہید (۱۹۶۵ء) ۴) پائیلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (۱۹۷۱ء)

۵) میجر محمد اکرم شہید (۱۹۷۱ء)　۶) میجر شبیر شریف شہید (۱۹۷۱ء)

۷) سوار محمد حسین شہید (۱۹۷۱ء)　۸) سپاہی محمد محفوظ شہید (۱۹۷۱ء)

۹) کرنل شیر خان شہید (۱۹۹۹ء)　۱۰) لانس نائیک لالک جان شہید (۱۹۹۹ء)

☆ ''موئن جودڑو'' (مُردوں کا شہر) ضلع لاڑکانہ میں ہے۔ یہ آثارِ قدیمہ ۱۹۲۲ء میں دریافت ہوئے۔ اس کا تعلق ۲۵۰۰ قبل مسیح کی وادیِ سندھ کی تہذیب سے ہے۔ یہ شہر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بسایا گیا تھا۔ وہاں نکاسیِ آب کا بہترین نظام موجود تھا۔ یہ ایک تہذیب یافتہ قوم تھی۔

☆ اسی طرح صوبۂ سندھ میں ''کاہو جودڑو'' بھی ہے۔ یہ کھنڈرات میر پور خاص میں دریافت ہوئے۔ اس کا تعلق چھٹی صدی سے ہے۔ میر پور خاص سندھ کا بڑا شہر ہے، جس کی ایک مشہور پہچان سندھڑی آم ہے۔

☆ پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین تھے۔ وہ ڈھاکا میں ۱۹ جولائی ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ قیامِ پاکستان سے قبل صوبائی وزیرِ تعلیم اور بنگال اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ قائداعظم کی وفات کے بعد ۱۴- ستمبر ۱۹۴۸ء سے ۱۷- اکتوبر ۱۹۵۱ء تک دوسرے گورنر جنرل رہے۔

☆ اتفاق سے آپ پاکستان کے دوسرے وزیراعظم بھی بنے۔ قائدِ ملت لیاقت علی خاں کی شہادت کے بعد وزیراعظم کا منصب ۱۷- اکتوبر ۱۹۵۱ء سے ۱۷- اپریل ۱۹۵۳ء تک آپ کے پاس ہی رہا۔ بعد میں گورنر جنرل غلام محمد نے انھیں برطرف کر دیا۔ ۲۲- اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ان کا انتقال ہوا۔

☆ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نو ''رتن'' بہت مشہور ہیں۔ یہ نورتن

مندرجہ ذیل تھے:

۱) ابوالفضل　۲) علامہ فیضی　۳) راجا ٹوڈرمل

۴) عبدالرحیم خانِ خاناں　۵) خانِ اعظم مرزا کوکا　۶) حکیم ہمام

۷) ابوالفتح گیلانی　۸) مان سنگھ　۹) راجا بیربل

☆ اسی طرح مشہور ہندو راجا بکرماجیت کے بھی درج ذیل نورتن مشہور ہیں۔

۱) کالی داس　۲) امرسنگھ　۳) درہ چی

۴) دھونتری　۵) گھاٹ کھادیر　۶) شپنگ

۷) اشواگھوش　۸) وٹھل بھگتا　۹) واریہر

☆ قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۲۸ء میں پیش کی جانے والی نہرو رپورٹ کے جواب میں اپنے مشہور چودہ نکات، مارچ ۱۹۲۹ء میں پیش کیے۔ ان نکات میں مسلمانوں کے حقوق کی بھرپور حمایت کی گئی تھی۔

☆ اسی طرح امریکا کے ۲۸ ویں صدر ووڈرو ولسن کے چودہ نکات بھی مشہور ہیں۔ انھوں نے ۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو امریکی کانگریس میں چودہ نکات پیش کیے۔ یہ صلح نامہ رسائی اور مجلسِ اقوام کی بنیاد بنے۔ اس سلسلے میں انھیں ۱۹۱۹ء کا امن کا نوبیل انعام بھی ملا۔

☆ تحریکِ پاکستان کے دوران ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیان تین گول میز کانفرنسیں ہوئیں۔ قائداعظم نے صرف دو (پہلی اور دوسری) میں شرکت کی۔ تیسری گول میز کانفرنس میں انھیں شرکت کی دعوت نہیں ملی تھی۔

☆ علامہ اقبال نے صرف ایک کانفرنس، دوسری (۱۹۳۱ء) میں شرکت کی تھی۔ وہیں ان کی ملاقات پہلی بار قائداعظم محمد علی جناح سے ہوئی تھی۔ ☆

بیت بازی

اس کو ناقدریِ عالم کا صِلہ کہتے ہیں
مر چکے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

شاعر: نرائن چکبست   پسند: ناجیہ وسیم، دستگیر

مجھے شوقِ سفر کچھ اس قدر ہے
کہ اکثر نیند میں چلتا رہا ہوں

شاعر: عالم تاب تشنہ   پسند: مجاہد الرحمن، کراچی

کچھ اس طرح سے گزاری ہے زندگی جیسے
تمام عمر کسی دوسرے کے گھر میں رہا

شاعر: احمد فراز   پسند: وجیہ متین، کراچی

خیال کیا کوئی قائم کرے کسی کے لیے
خود آدمی ہی معمّا ہے آدمی کے لیے

شاعر: ضبط سہارنپوری   پسند: خرم خان، نارتھ کراچی

گزارے ہیں ہزاروں سال ہم نے
اسی دو چار دن کی زندگی میں

شاعر: انور شعور   پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

تنکے ہوا کے دوش پہ اتنے ہوئے بلند
جیسے کہ پستیوں سے کبھی آشنا نہ تھے

شاعر: سبط علی صبا   پسند: عنبرین احمد، فیصل آباد

جو دل پہ گزرتی ہے، بہاروں سے نہ کہنا
اب پھول بھی چبھ جاتے ہیں، خاروں سے نہ کہنا

شاعر: شبنم نعمانی   پسند: عائشہ اقبال، عزیز آباد

اس نے میرے عروج کا قصہ
مجھ سے وقتِ زوال پوچھا ہے

شاعر: شاہ نواز سواتی   پسند: علینہ سلیم، رحیم یار خان

کہاں آکر مسافر رک گیا ہے
نہ منزل ہے، نہ کوئی راستہ ہے

شاعر: زاہد آفاق   پسند: حسیب احمد، لاہور

مری آواز سے ٹوٹی ہیں قفس کی دیواریں
میں کسی باغ سے ٹکراؤں، ضرورت کیا ہے

شاعرہ: فاطمہ تاج   پسند: مہک اکرم، لیاقت آباد

اب تو سارے گِلے زمین سے ہیں
آگے شاکی تھے آسماں سے لوگ

شاعر: راشد مفتی   پسند: احمد خان، کوئٹہ

زندہ رہنے کے تھے جتنے اسلوب
زندگی کٹ گئی، تب یاد آئے

شاعر: صادق نسیم   پسند: لیاقت آرائیں، ملتان

زندگی، تیرے لیے سب کو خفا ہم نے کیا
اپنی قسمت ہے کہ اب تو بھی خفا ہے ہم سے

شاعرہ: خلیل الرحمان اعظمی   پسند: دل دار خان، پشاور

مانا کہ تلاطم میں سفینہ ہے ہمارا
لیکن یہ سفینہ ابھی ڈوبا تو نہیں ہے

شاعر: افتخار عالم پیاتی   پسند: منائل آفتاب، کراچی

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

پانی

مرسلہ: نادیہ اقبال، کراچی

☆ دور سے چل کر آنے کے بعد پانی ہمیشہ ٹھیر ٹھیر کر پینا چاہیے۔

☆ آبِ زم زم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔

☆ پانی ہمیشہ بیٹھ کر اور تین سانسوں میں پینا چاہیے۔

☆ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور پینے کے بعد الحمدللہ کہنا چاہیے۔

انمول موتی

مرسلہ: سیدہ اریبہ بتول، کراچی

کسی نے ماں سے کہا: ''اگر آپ کے قدموں سے جنت لے لی جائے اور آپ سے کہا جائے کہ اس کے بعد کچھ اور مانگ لو تو آپ خدا سے کیا مانگیں گی؟''

ماں نے جواب دیا: ''میں اپنی اولاد کا نصیب اپنے ہاتھ سے لکھنے کا حق مانگوں گی، کیوں کہ ان کی خوشی کے آگے میرے لیے جنت چھوٹی ہے۔''

کسی نے سچ کہا ہے کہ

مرسلہ: عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

☆ محبت اور نفرت اگر حد سے بڑھ جائیں تو جنون میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنون کسی بھی چیز کا اچھا نہیں ہوتا۔

☆ بے وقوف آدمی کی دوستی اور دشمنی دونوں سے بچو، کیوں کہ کوئلہ اگر گرم ہو تو ہاتھ جلا دیتا ہے اور اگر ٹھنڈا ہو تو ہاتھ کالے کر دیتا ہے۔

☆ کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ، تجربے سے عقل، عقل سے خیال اور اس خیال سے نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں۔

☆ قسمت ایک پہیے کی طرح گھومتی ہے۔ کوئی نیچے آتا ہے تو کوئی اوپر، تم جب اوپر

جاؤ تو نیچے والوں کے ہاتھ تھام لو، کیوں کہ اگلے چکر میں اللہ نہ کرے تم نیچے ہو اور تمھارا ہاتھ تھامنے والا کوئی نہ ہو۔

☆ منافق دوست کبھی تیرا نہیں بن سکتا، جو منھ سے کچھ کہے اور دل میں کچھ اور ہو۔

☆ کچھ کانٹے اپنے پاس رکھو کہ یہ پھولوں کی یادگار ہیں اور باقی اپنے دل میں پیوست کرلو، تاکہ دوسروں کا درد محسوس کرسکو۔

☆ دوستی ایک ایسی مالا کی طرح ہے، جس میں اگر خلوص و وفا، محبت، ہمدردی اور اعتماد کے موتی پروئے جائیں تو یہ کبھی نہیں ٹوٹتی، لیکن اگر حسد، بغض، کینہ، عداوت، منافقت اور نفرت کے موتی پروئے جائیں تو یہ ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے۔

وقت

اقوال : شہید حکیم محمد سعید

مرسلہ : نام پتا نامعلوم

☆ زندگی کیا ہے۔ صرف وقت۔

☆ اگر تم امیر بننا چاہتے ہو تو اپنی فرصت کو ضائع مت کرو۔

☆ وقت تبدیلی کا سرمایہ ہے۔

☆ جب بھی فرصت ملے اسے سستی اور بے کاری میں مت گزارو۔ اس کو کسی اچھے کام میں صرف کرو، چاہے اپنے لیے، چاہے دوسروں کے لیے۔

نظم

شاعر : نیاز سواتی

پسند : محمد جہانگیر عباس جوئیہ، کراچی

کھانے کو مل رہا ہے جو کھانا خراب ہے
اس واسطے تو حال تمھارا خراب ہے

کہتے ہیں جب گوالے سے، پتلا ہے دودھ کیوں؟
کہتا ہے ہم سے بھینس کا چارا خراب ہے

وہ کھا گیا ہے میرے بھی حصے کی سب غذا
اور یہ بھی کہ رہا ہے کہ معدہ خراب ہے

کرنے لگا علاج میرا جب سے ڈاکٹر
پہلے سے میرا حال زیادہ خراب ہے

ایسا کوئی نہیں جو کہے میں ہوں خود خراب
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

دو ایک مشین کے پُرزے نہیں خراب
اب تو نیاز آدے کا آوا خراب ہے

لائسنس

مرسلہ : ڈی رحمان، کراچی

ٹریفک سارجنٹ نے دیکھا کہ ایک موٹر سائیکل سوار سر پر ہیلمیٹ پہنے ہوئے آرہا ہے۔ اس کی موٹر سائیکل میں پیچھے دیکھنے والے شیشے بھی لگے ہوئے ہیں اور لائٹ سے اشارہ بھی دے رہا ہے۔ ٹریفک سارجنٹ بہت خوش ہوا کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو ٹریفک قانون کا خیال رکھتے ہوئے موٹر سائیکل چلا رہے ہیں۔

جب وہ موٹر سائیکل سوار ٹریفک سارجنٹ کے قریب سے گزرنے لگا تو سارجنٹ نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ موٹر سائیکل سوار قانون کی پابندی کرتے ہوئے فوراً رُک گیا۔

ٹریفک سارجنٹ نے اس سے کہا کہ یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے ہیلمیٹ بھی پہن رکھا ہے اور دونوں طرف شیشے بھی لگا رکھے ہیں۔ قانون کی اس طرح پابندی کرنے پر میں آپ کو دو ہزار روپے انعام دے رہا ہوں۔

موٹر سائیکل سوار نے شکریہ کہتے ہوئے دو ہزار روپے لیے تو سارجنٹ نے اس سے سوال کیا: ''ان دو ہزار روپے کا کیا کریں گے؟''

موٹر سائیکل سوار نے جواب دیا: ''جناب! اب تک میں نے ڈرائیونگ لائسنس نہیں بنوایا تھا، آج ہی دو ہزار روپے کا ڈرائیونگ لائسنس بنواؤں گا۔''

کیا آپ جانتے ہیں؟

مرسلہ : محمد احتشام کاظم، شیخوپورہ

☆ مغل بادشاہ اکبر کے ایک درباری ابوالفضل فیضی نے ''سواطع الالہام'' کے نام سے قرآن مجید کی ایسی تفسیر لکھی تھی، جس میں نقطے والا کوئی حرف نہیں تھا۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے قبل حضرت حکیم بن حزامؓ (صحابی رسول) کی ولادت بھی خانۂ کعبہ میں ہوئی تھی۔

☆ حضرت امام شافعیؒ کی ولادت حضرت امام اعظمؒ کے انتقال کے روز ہوئی۔

☆ تاریخِ اسلام کی پہلی شہید خاتون حضرت سمعیہؓ ہیں۔

☆ قطب الدین ایبک غلامی کے دور میں صرف تین روپے میں فروخت ہوا تھا۔

☆ دنیا میں مزدوروں کی سب سے پہلی ہڑتال مصر میں ۱۱۷۰ء میں ہوئی۔

☆ دو تولے سونے سے ۳۵ میل لمبی تار کھینچی جاسکتی ہے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ حروف تہجی کمبوڈیائی زبان میں ۷۲ حروف ہیں۔

☆ چینی زبان میں حروف تہجی نہیں ہیں۔

☆ گرگٹ اپنے آگے اور پیچھے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆ اگر بچھو کے چاروں طرف آگ لگادی جائے تو وہ خود کو ڈنک مار کر ہلاک کرلیتا ہے۔

☆ ہاتھی کی نسبت چیونٹی اپنی جسامت کے لحاظ سے زیادہ وزن اُٹھا سکتی ہے۔

☆ اسلامی سال ۳۵۴ دن، آٹھ گھنٹے، ۴۸ منٹ اور ۱۶ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔

☆ رودکی (فارسی)، ابوالعلامعری (عربی)، ہومر (یونانی) اور جرأت (اردو) یہ چاروں نابینا شاعر تھے۔

انمول موتی

مرسلہ : **محمد طارق قاسم قریشی، نواب شاہ**

☆ جو شخص مقروض نہیں، اسے امیر سمجھو۔

☆ فضول اُمیدیں احمقوں کا سرمایہ ہے۔

☆ کوئی ملک اس وقت تک غلام نہیں بنایا جاسکتا جب تک کہ خود اس ملک کے لوگ حملہ آور کی مدد نہ کریں۔

☆ جس کے پاس کتاب ہے، وہ اکیلا نہیں۔

☆ زندگی اتنی تلخ نہیں کہ اس سے دور بھاگا جائے، اتنی شیریں بھی نہیں کہ اس کے پیچھے بھاگا جائے۔

☆ جس کی اُمیدیں چھوٹی ہوتی ہیں، اس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔

☆ جو شخص آرام دہ زندگی گزارنا چاہتا ہے، وہ اپنے دل سے لالچ نکال دے۔

☆ تجربہ ہمیں اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ہم بہت کچھ کھو چکے ہوتے ہیں۔

☆ تنہائی بُرے دوستوں سے بہتر ہے۔

☆ محنت خوش قسمتی کی جڑ ہے۔

☆ حسد کے ساتھ راحت نہیں۔ ☆

قلعی کھل گئی

عشرت رحمانی

اٹلی میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اُس کی رعایا اُسے بہت ناپسند کرتی تھی مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اُس کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اُس بادشاہ کا ایک خوشامدی وزیر تھا۔ وہ دن رات بادشاہ کی نیکی، سچائی اور انصاف کی جھوٹی تعریفیں کرتا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ مجھے رعایا کے لوگوں کا حال سچ سچ بتایا کرو کہ کون کس حالت میں ہے اور میرے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔ اس طرح میں اُن کی رائے اور سب کے حالات صحیح طور پر معلوم کرسکوں گا۔ اس کے جواب میں دوسرے وزیر تو خاموش رہتے، مگر تعریف کرنے والا وزیر فوراً کہتا، حضور کی نیکی اور انصاف کے چرچے سارے ملک بلکہ دنیا بھر میں ہوتے ہیں۔ بھلا وہ کون بے وقوف آدمی ہوگا جو حضور کے انتظام سے خوش نہ ہو، ہمارے ملک کی رعایا تو بے حد آرام اور چین سے ہے۔

بادشاہ کو اس کی باتیں سنتے سنتے شک ہونے لگا کہ ہوسکتا ہے یہ خوشامدی مجھ سے سچی اور صاف باتیں نہیں کرتا اور اس کے دھوکے میں اپنی رعایا کے اصل حال سے بے خبر رہوں۔ یہ سوچ کر اُس نے ارادہ کیا کہ اس وزیر کو کسی طرح آزمانا چاہیے۔ پہلے تو وہ اسے باتوں میں سمجھاتا رہا کہ دیکھو دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں ہوتا جس کے سارے لوگ اپنے بادشاہ سے خوش ہوں اور نہ کوئی بادشاہ ایسا ہوسکتا ہے کہ جو کسی معاملے میں بے جا فیصلہ نہ کر بیٹھے، جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ وزیر کو چاہیے کہ اس کے سامنے سچ بولے اور حق بات کہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نڈر ہوکر میرے سامنے رعایا کا حال، ان کے

خیالات اور میرے انتظام کی صحیح حالت مجھے بتادیا کرو، تاکہ میں سب لوگوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کروں، لیکن وزیر اپنی خوشامد کی عادت سے باز نہ آیا اور اسی طرح جھوٹی سچی باتیں بنا کر تعریفیں کرتا رہا۔ آخر بادشاہ نے تنگ آکر اس کی آزمائش کے لیے اس سے کہا، ہم تمھارے کام اور تمھاری باتوں سے بہت خوش ہیں اور اس صلے میں تمھیں بہت بڑا انعام دینا چاہتے ہیں۔ یہ انعام ایک دن کی بادشاہت ہے۔ کل تم بادشاہ بنو گے اور دربار میں سب امیروں، وزیروں اور رعایا کے اعلا ادنا لوگوں کو جمع کر کے تمھاری دن بھر کی بادشاہت کا ہم اعلان کریں گے۔

وزیر یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن شاہی دربار میں مہمان آنا شروع ہوئے۔ ہر طبقے کے لوگوں کو دعوت دی گئی تھی اور اُن کے سامنے وزیر کو بادشاہ نے اپنا تاج پہنا کر اپنے تخت پر بٹھادیا اور اعلان کیا کہ آج کے دن ہم بادشاہ نہیں۔ آپ لوگوں کا یہ بادشاہ ہے۔ اس کے بعد سب لوگ کھانے پینے میں مصروف ہوگئے۔ خوشامدی وزیر بادشاہ بنا بڑی شان سے تخت پر بیٹھا نئے نئے حکم چلا رہا تھا اور خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔

اصلی بادشاہ ایک دن کے نقلی بادشاہ کے پاس چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک دن کے بادشاہ کی نظر جو اچانک اٹھی تو وہ ایک دم خوف سے کانپنے لگا۔ اصلی بادشاہ اس کی یہ حالت دیکھ کر مسکراتا رہا۔ قصہ یہ تھا کہ نقلی بادشاہ نے دیکھا کہ شاہی تخت کے اوپر اس جگہ جہاں وہ بیٹھا تھا سر پر ایک چمک دار خنجر لٹک رہا تھا، جو بال جیسی باریک ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر نقلی بادشاہ کا ڈر کے مارے برا حال ہو گیا کہ کہیں یہ بال ٹوٹ نہ جائے اور خنجر اس کے اوپر نہ آ پڑے۔ اس نے ضبط کر کے بہت سنبھلنے کی کوشش کی، مگر اس سے خوف کی وجہ سے سیدھا نہ بیٹھا گیا۔

آخر وہ مجبور ہو کر اصلی بادشاہ سے کہنے لگا: ''حضور! یہ خنجر میرے سر پر سے ہٹوا دیا جائے۔''

اصلی بادشاہ نے مسکرا کر کہا: ''یہ کیسے ہٹایا جا سکتا ہے۔ یہ تو ہر بادشاہ کے سر پر ہر وقت لٹکا رہتا ہے۔ اسے فرض کا خنجر کہتے ہیں۔ اگر کوئی بادشاہ اپنے فرض سے ذرا غافل ہوتا ہے تو یہی خنجر اُس کے سر کی خبر لیتا ہے، لیکن جو بادشاہ انصاف اور سچائی سے حکومت کرتا ہے یہ خنجر اس کی حفاظت کرتا ہے۔''

اب تو وزیر کی بہت بری حالت ہو گئی اور وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اب کیا کرے، کیا نہ کرے، کیوں کہ اس کے دل میں خیال آ رہے تھے کہ اس ایک دن کی بادشاہت میں وہ ایسے ایسے حکم چلائے، جس سے اس کے خاندان والوں، عزیزوں اور دوستوں کو خوب فائدے پہنچیں، مگر اب تو اس کے سارے منصوبے خاک میں ملتے نظر آ رہے تھے۔ اس نے سوچا اگر کوئی حکم اس نے انصاف کے خلاف دیا تو یہ خنجر اس کی گردن اڑا دے گا۔ اصلی بادشاہ اس کی گھبراہٹ دیکھ کر کہنے لگا، اب تمھاری سمجھ میں آیا کہ بادشاہ کی

ذمے داریاں کیا ہیں اور اس کی جان کو کیا کیا عذاب جھیلنے پڑتے ہیں۔ یہ تخت آرام اور من مانی کے لیے نہیں ہے۔ رعایا کا حال اور ملکی انتظام کے بارے میں صحیح صحیح حالات بتاؤ۔ خوشامدی وزیر اپنے بادشاہ کی جھوٹی تعریف کر کے ملک، بادشاہ اور رعایا کی بھلائی نہیں کرتے اور خود اپنے بھی خیر خواہ نہیں ہوتے، بلکہ وہ اپنے بادشاہ کو اس چمک دار خنجر کی زد میں لاتے ہیں جو اس کے سر پر لٹک رہا ہے۔ وزیر اپنے بادشاہ کی یہ باتیں سن کر بہت شرمندہ ہوا اور جھوٹی خوشامد سے باز رہنے کی توبہ کر کے بادشاہت سے دست بردار ہو گیا۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

آخری ریس

منتظر علی

جان ایرکسن نامی ایک آدمی امریکا کی ریاست کیلیفورنیا کے ایک قصبے میں رہتا تھا، جہاں اس کا ایک ہارس فارم تھا۔ یہ جان کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھا۔ وہ اس فارم میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا، ان کی تربیت کرتا اور گھوڑوں کی ریس میں انھیں دوڑاتا۔

ان دنوں جان بہت پریشان تھا۔ گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے ہو چکے تھے اور جان کے پاس موجود دونوں گھوڑوں میں سے ایک بھی انعام نہیں جیت پایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی پچھلے کئی مقابلوں میں جان کے گھوڑے مسلسل ناکام رہے تھے۔ اس صورتِ حال نے جان کو بہت پریشان کیا ہوا تھا۔ اس کے مالی حالات بھی کافی خراب ہو چکے تھے۔ گھوڑوں

کی دوڑ سے ملنے والی انعامی رقم جان کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ تھی۔ ریس میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے گھوڑوں کے مالکوں کو انعام میں کافی رقم ملتی تھی اور اول آنے والے گھوڑے کے مالک کے تو وارے نیارے ہو جاتے تھے۔

جان اس رقم سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا اور فارم کا انتظام چلاتا۔ جب جان کے حالات اچھے تھے تو اس کے پاس کئی بہترین گھوڑے تھے، جو انعامات جیتتے تھے، مگر بُرے وقت میں جان نے وہ سب فروخت کر دیے تھے۔ اب اس کے پاس صرف دو ہی گھوڑے تھے، وہ بھی کوئی خاص کارکردگی نہیں دکھا رہے تھے۔ ان میں جیکی نامی ایک گھوڑا تو ماضی کا نمبر ایک بھی رہا تھا۔ اس نے کئی دفعہ ریس میں اول انعام جیتا تھا، مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی بوڑھا ہو رہا تھا اور کافی عرصے سے اسے اچھی خوراک بھی نہیں مل رہی تھی۔ ریس کے گھوڑوں کے لیے اچھی خوراک کافی اہمیت رکھتی ہے۔ خوراک جتنی اچھی ہوگی، گھوڑوں کے اندر اتنی ہی توانائی ہوگی اور جیکی اس سے محروم تھا۔ جان کے بہت سے حاسدین تو اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے کہ اب تو اس بوڑھے گھوڑے کو مت دوڑاؤ۔ اس کو کسی بگھی میں لگا کر تانگا بنا لو۔ ان کی ایسی باتوں سے جان کا دل بہت اُداس ہو جاتا۔

کئی دفعہ تو اس نے بھی سوچا کہ جیکی کو بیچ دے، لیکن پھر کچھ وجوہ کی بنا پر وہ ایسا نہ کر سکا۔ اول تو جیکی کو کوئی مہنگے داموں خریدتا نہیں اور جان اپنے عزیز گھوڑے کو اونے پونے بیچنے کو تیار نہیں تھا۔ یہ بات حقیقت تھی کہ جان کو جیکی سے بہت محبت تھی اور جان کے پاس ابھی کوئی دوسرا گھوڑا خریدنے کے لیے رقم نہیں تھی، اس لیے جان ابھی

جیکی سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔

اب تو جان کا کام میں بھی دل نہیں لگتا تھا۔ وہ بے دلی سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا۔ جب وہ بہت اُداس ہوتا تو جیکی کے پاس آ جاتا اور اس سے کہتا: ”تیرا اور میرا تو بہت عرصے کا ساتھ ہے۔ تُو تو میرا دکھ سمجھتا ہے، تو پھر کیوں اس کا ازالہ نہیں کرتا؟ کیوں ریس میں اول نہیں آتا؟“

جیکی بے زبان تھا۔ زبان سے تو کچھ نہیں کہہ پاتا، مگر اس کی نگاہوں میں بھی دکھ اور اُداسی ہوتی۔

اگلی ریس دو ہفتے بعد شروع ہونے والی تھی۔ اس دفعہ جان کا جیکی کو دوڑانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، کیوں کہ جیکی خوراک کی کمی سے کم زور ہو گیا تھا اور ہلکا سا لنگڑا بھی رہا تھا۔

غالباً ٹانگ میں کوئی چھوٹی موٹی چوٹ لگ چکی تھی۔

اسی پریشانی میں ایک روز جان فارم میں بیٹھا ہوا تھا کہ مائیکل اس کے فارم میں داخل ہوا۔ مائیکل انتہائی امیر کبیر آدمی تھا اور گھوڑوں کی ریس میں شرطیں لگاتا تھا۔ اسے گھوڑوں اور ان کی نفسیات کا ماہر بھی سمجھا جاتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ گھوڑے کو ایک ہی نظر میں پرکھ کر بتا دیتا تھا کہ اس میں جیتنے کی کتنی صلاحیت ہے، اس لیے وہ اکثر شرطیں جیت جاتا تھا۔ جان اس کو اپنے فارم میں دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ اس کے حالات بھی اتنے اچھے نہیں تھے کہ مائیکل جیسا آدمی اس کے پاس آتا۔ مائیکل اس کے قریب آیا: ''کیسے ہو جان!''

''ٹھیک ہوں، شکر ہے خدا کا۔'' جان نے جواب دیا۔

''مجھے پتا ہے، آج کل تمھارے حالات اچھے نہیں ہیں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے۔'' مائیکل نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ زندگی میں اچھے اور بُرے دونوں طرح کے وقت آتے ہیں۔ یہ بھی زندگی کا رنگ ہے۔ تم بتاؤ! آج کیسے میری یاد آ گئی؟'' جان نے کہا۔

''ایک کام سے آیا ہوں تمھارے پاس۔ مجھے ایک گھوڑا خریدنا ہے۔ بولو بیچو گے نا؟'' مائیکل نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

''دیکھو مائیکل! میرے پاس صرف دو گھوڑے ہیں۔ ایک جیکی جس کے بارے میں تم بھی جانتے ہو اور وہ اس دفعہ ریس میں حصہ نہیں لے رہا۔ اس کی ٹانگ میں بھی معمولی سی چوٹ ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس صرف ایک کارآمد گھوڑا ہے اور وہ میں نہیں بیچ سکتا۔'' جان نے جواب دیا۔

''اچھا، جیکی اس دفعہ ریس میں حصہ نہیں لے رہا۔ میں بھی دیکھوں کیا ہوا اس کو۔''

مائیکل چلتے ہوئے جیکی کے پاس آیا۔ اس پر ہاتھ پھیرا، اس کی ٹانگ کا بغور معائنہ کیا۔ کچھ دیر پُر خیال نظروں سے جیکی کو دیکھا، پھر بولا: ''جان! میں جیکی کو ہی تم سے خریدنے آیا ہوں۔ میرا یہ ارادہ اب بھی نہیں بدلا۔ اس کے بدلے میں تمھیں خاصی بڑی رقم دینے کو تیار ہوں۔'' یہ کہہ کر مائیکل نے رقم بتائی۔

مائیکل کی پیش کش نے جان کو تعجب میں ڈال دیا۔ مائیکل نے جو رقم بتائی تھی، اس سے وہ دو گھوڑے خرید سکتا تھا، لیکن پھر وہ کچھ دیر سوچ کر بولا: ''ٹھیک ہے، لیکن مجھے سوچنے کے لیے وقت چاہیے۔''

''ٹھیک ہے، میں دو دن بعد آؤں گا۔'' یہ کہہ کر مائیکل چلا گیا۔

اس پیش کش سے جان خوش تو تھا، مگر وہ ایک فکر میں بھی مبتلا تھا۔ اس کے دل میں کہیں تھوڑی سی اُداسی بھی تھی۔ ایک طرف تو اس بات کی خوشی تھی کہ اسے بہت بڑی رقم مل جائے گی تو دوسری طرف اس بات سے اُداس تھا کہ جیکی اس کے پاس سے چلا جائے گا۔ اس دن جب وہ جیکی کی دیکھ بھال کر رہا تھا تو بہت اُداس تھا۔ وہ جیکی سے بولا: ''تجھے پتا ہے کہ مائیکل تجھے خرید رہا ہے اور وہ تیری بہت بڑی قیمت دے رہا ہے۔ اس سے میں ایک اور جوان گھوڑا خرید سکوں گا اور دونوں گھوڑوں کی خوب خدمت کر کے ریس کے لیے تیار کر سکوں گا۔ میرے حالات پھر سے بہتر ہو جائیں گے۔ تُو جائے گا مائیکل کے ساتھ؟''

گھوڑا زور زور سے اُچھلنے لگا اور اپنا سر ''نا'' میں ہلانے لگا۔ جان ہلکے سے مسکرایا: ''کیا تُو اپنے مالک کے لیے اتنا نہیں کر سکتا؟''

اس دفعہ گھوڑے نے اس کو جن نظروں سے دیکھا، اس کا دل کٹ گیا۔ وہ اپنی زبان نکال کر جان کا ہاتھ چاٹنے لگا۔ جان کو اس کے ردِعمل نے پریشان کر دیا۔ پھر اس نے اپنے ذہن سے یہ واقعہ جھٹک دیا۔

رات کو جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو سوچوں نے اس کے دماغ میں گھر کرلیا۔ وہ مائیکل کی پیش کش کے بارے میں غور کرتا، جس سے اس کو بڑا فائدہ حاصل ہوسکتا تھا۔ پھر اس کے سامنے جیکی کا ردِعمل آ جاتا تو اس کی بے چینی میں اضافہ ہو جاتا۔ پھر وہ سوچتا کہ آخر مائیکل جیسے جہاندیدہ اور گھوڑوں کے ماہر نے یہ پیش کش کیوں کی۔ اس کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ مائیکل تو گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔ پھر وہ اپنے آپ سے کہتا: ''نہیں! مجھے ایسے ہی گھوڑا فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے معلوم تو کرنا چاہیے کہ مائیکل ایسا کیوں چاہتا ہے۔'' آخر یہ سب سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادی میں چلا گیا۔

دوسرے روز جان جیسے ہی جیکی کے پاس گیا تو اس نے جان کے ہاتھوں پر اپنے چہرے کو مسلنا شروع کر دیا۔ وہ کبھی جان کے ہاتھ پر اپنے چہرے کو مسلتا اور کبھی پاؤں پر۔ جان نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں دکھ اور نمی تھی۔ جیسے وہ کہہ رہا ہو: ''مالک! تم تو نئے گھوڑے کے ساتھ رہ لو گے، لیکن میں نئے مالک کے ساتھ کیسے رہوں گا۔''

وہ ایک لمحہ تھا، جس نے جان کا ارادہ بدل دیا۔ محبت کا جادو چل چکا تھا۔ جان نے اس کی پُشت پر بوسہ دیا اور ہاتھ پھیر کر کہا: ''تم غم نہ کرو۔ میں تمھیں کسی قیمت پر نہیں بیچوں گا۔''

اگلے روز مائیکل آیا تو جان نے اس سے کہا کہ وہ جیکی کو فروخت نہیں کرے گا۔ مائیکل حیران ہو گیا۔ اس نے کہا: ''میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟''

''نہیں! وجہ میں نہیں بتا سکتا۔ بس میں اپنے گھوڑے کو نہیں بیچنا چاہتا۔'' جان نے صاف جواب دیا۔

''اچھا تو تمھیں اس سے بہت زیادہ محبت ہے!'' مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جان نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''اچھا جان! دیکھو! تم گھوڑا نہیں بیچنا چاہتے تو نہ بیچو، مگر اس کو ریس میں لازمی شریک کرو۔ اس میں تمھارا اور میرا دونوں کا فائدہ ہے۔''

''جیکی ریس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ ایک تو صحیح خوراک نہ ملنے سے وہ کم زور ہو رہا ہے اور پھر اس کی ٹانگ میں بھی ہلکی سی لنگڑاہٹ ہے اور پھر کیسا فائدہ؟ کون سے فائدے کی بات کر رہے ہو تم؟'' جان نے پوچھا۔

مائیکل بولا: ''بات یہ ہے کہ جیکی اس دفعہ بھی ریس میں اوّل آسکتا ہے، بس اسے بھرپور توجہ اور خوراک ملنی چاہیے۔ تم اسے آخری دفعہ ریس میں شریک کرو۔ میں نے اس پر بہت بڑی بڑی شرطیں لگائی ہیں۔ جیتنے کی صورت میں اس کا بیس فی صد میں تمھیں دینے کو تیار ہوں اور انعامی رقم ویسے بھی تمھاری ہو جائے گی۔ اس طرح تم اپنے حالات بھی بدل لوگے۔ بولو، کیا خیال ہے؟''

''لیکن اس کی ٹانگ میں چوٹ ہے اور اس کے اندر اتنی توانائی بھی نہیں ہے۔'' جان نے کہا۔ اس کو اطمینان نہیں ہو رہا تھا۔

''ریس میں ابھی آٹھ دن باقی ہیں اور یہ وقت تمھارے لیے کافی ہے۔ جیکی کی خوراک کی ذمے داری میں لیتا ہوں۔ اس کو بہترین خوراک ملے گی اور اس کی ٹانگ کی

چوٹ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔ میں جانوروں کے ڈاکٹر سے بات کرلیتا ہوں۔ ایک دو روز میں یہ چوٹ ٹھیک ہو جائے گی اور سب سے بڑھ کر جیتنے کے لیے جیت کا جذبہ چاہیے اور یہ جذبہ جیکی میں تم بیدار کروگے۔''

مائیکل کہتے کہتے جیکی کے پاس آیا اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر اس سے مخاطب ہوا: ''تمھارے مالک نے تمھیں میرے ہاتھوں فروخت نہیں کیا۔ اس کو تم سے بڑی محبت ہے۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تم یہ ریس جیتو، تو تم بھی اس کو مایوس مت کرنا۔''

گھوڑا ہلکے سے ہنہنایا۔

مائیکل مسکرایا اور جان سے مخاطب ہوا: ''دیکھا جان! تمھاری خاطر جیکی یہ ریس جیتے گا۔ بس تم اس پر توجہ دو، اس سے باتیں کرو، اس کو بتاؤ کہ اس نے تمھاری خاطر جیتنا ہے۔ مجھے لوگ گھوڑوں کی نفسیات کا ماہر کہتے ہیں اور میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تم میری بات پر عمل کروگے تو جیکی یہ ریس لازمی جیتے گا۔ خوراک وغیرہ کی تم فکر نہ کرنا۔''

مائیکل نے جیب سے اپنا پرس نکالا اور چند بڑے نوٹ نکال کر جان کے حوالے کیے: ''یہ لو خرچ کرو، میں پھر آؤں گا۔ جیکی کا خیال رکھنا اور میری بات پر عمل کرنا۔ یاد رکھو! گھوڑا اپنے مالک کا بے حد وفادار ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب اس پر احسان کیا جائے۔''

جان بھی راضی ہو گیا تھا۔ اگلے روز مائیکل ڈاکٹر کے ساتھ آ گیا۔ ڈاکٹر نے جیکی کا معائنہ کیا۔

''معمولی سا مسئلہ ہے، دو دن میں بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔'' ڈاکٹر نے تسلی دی۔ مرہم اور انجیکشن لگایا اور مائیکل کے ساتھ واپس چلا گیا۔

جان روزانہ جیکی کا خیال رکھتا، اُسے ورزش کراتا، دوڑ لگواتا اور پھر اس سے مخاطب ہوتا: ''میں نے تیرا مان رکھا۔ اب تُو میرا مان رکھ۔ اس دفعہ جیت جا۔ میری قسمت بدل جائے گی۔ یہ تیری آخری دوڑ ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تُو جیت گیا تو پھر کبھی تجھے ریس میں نہیں دوڑاؤں گا۔''

مائیکل بھی کبھی ان کو دیکھنے کے لیے آجاتا۔ جان نے مائیکل سے کہا: ''یہ جیکی کی آخری دوڑ ہوگی۔ اس کے بعد یہ کبھی نہیں دوڑے گا۔''

''ہاں بالکل! یہ اس کی آخری ریس ہوگی۔ البتہ اس بار اس کو ریس جتوانا ہے۔'' مائیکل ہنس کر کہتا۔

''ضرور جیتے گا میرا جیکی۔'' جان جواب دیتا۔

اسی طرح دن گزرتے جا رہے تھے۔ آخر ریس کا دن بھی آ گیا۔ ریس شروع ہونے والی تھی۔ ریفری کے ہوا میں گولی چلاتے ہی ریس شروع ہوگئی۔ تمام گھوڑے ایک ساتھ دوڑے۔ تماشائی شور مچا مچا کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ جان اور مائیکل بھی تماشائیوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جان دعا کر رہا تھا کہ اس کا گھوڑا جیت جائے اور اس کی دعائیں رنگ لا رہی تھیں، دو چکروں کے بعد جیکی نے تمام گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اب اس کے آگے صرف تین گھوڑے تھے۔

جیکی دوڑ رہا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے اس کے مالک کا چہرہ تھا۔ وہ جانور تھا، مگر اپنے مالک کا چہرہ اور اس کی باتیں سمجھتا تھا۔ اُسے پتا تھا کہ اس کا مالک کیا چاہتا ہے۔ مالک کے لیے فتح کے حصول کی خواہش اس کی رگ رگ میں توانائی بن کر دوڑ رہی

تھی۔ وہ تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ ریس کے آخری دو چکر باقی تھے۔ جیکی ایک گھوڑے سے آگے نکل گیا اور دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں مصروف تھا اور کچھ دیر بعد اس سے بھی آگے نکل گیا۔ اس کا مقابلہ اب صرف ایک گھوڑے سے تھا۔ ریس ختم ہونے والی تھی کہ جیکی اس کے قریب پہنچ گیا۔ اختتامی لکیر سے چند لمحے قبل جیکی اس گھوڑے کے برابر آیا اور پھر ایک جست لگا کر لکیر پار کر گیا۔ لکیر پار کرتے ہی جیکی گر گیا۔ تماشائیوں کا شور اُٹھا۔ جان بھاگتا ہوا جیکی کے پاس آیا۔ تشویش کی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ٹانگ کی چوٹ میں تکلیف ہوگئی تھی۔ جان نے جیکی کا سر گود میں رکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ مائیکل نے بھی جان کو مبارک باد دی۔

اب جان کے حالات اچھے ہو چکے تھے۔ مائیکل نے اپنے وعدے کے مطابق جان کو انعامی رقم کا بیس فی صد ادا کر دیا تھا، جو کہ ایک بہت بڑی رقم تھی اور پھر ریس کی انعام کی بھی بہت بڑی رقم مل گئی تھی۔ جان نے مزید دو گھوڑے خرید لیے۔ اس کے فارم کی ساکھ بھی بحال ہوگئی۔ جیکی کی وہ آخری ریس ہی تھی۔ اس کے بعد جان نے اس کو ریس سے سبک دوش کر دیا تھا۔ جان نے اپنے فارم کے باہر تختی آویزاں کی، جس پر لکھا تھا: ''جیکی دی گریٹ ہارس فارم'' واقعی جیکی عظیم تھا۔ ☆

ماں باپ

شاعر : ڈاکٹر مسعود رضا خاکی
مرسلہ : سید ذوالفقار حسین نقوی

حق یہ ہے کہ ماں باپ کا حق سب سے سوا ہے
ماں باپ کو دکھ دینا ، روا تھا ، نہ روا ہے
کہتے ہیں کہ یہ قولِ رسولِؐ دو سَرا ہے
ناراض ہیں ماں باپ ، تو ناراض خدا ہے
ماں باپ کی صورت میں اک آیت ہے خدا کی
ماں باپ کی تعظیم عبادت ہے خدا کی

بچپن میں جب کوئی سہارا نہیں ہوتا
کچھ کہنے کا ، کچھ کرنے کا یارا نہیں ہوتا
کروٹ بھی بدلنے کا اِجارا نہیں ہوتا
رونے کے سوا کوئی بھی چارہ نہیں ہوتا
ایسے میں فریضہ یہ ادا کرتے ہیں ماں باپ
بچوں کے لیے جیتے ہوئے مرتے ہیں ماں باپ

خوش بخت ہے وہ جس کو ملا سایۂ رحمت
اس سایۂ رحمت میں ہے ایک مخزنِ اُلفت

عظمت بخدا ، ان کی دعاؤں کا اثر ہے
جنت جو زمیں پہ ہے ، وہ ماں باپ کا گھر ہے

ماں باپ کی خدمت میں جو مصروف رہے گا
تقدیر کے ہاتھوں سے وہ ایذا نہ سہے گا
خوش بخت ہیں وہ لوگ جنھیں اس کا یقیں ہے
ماں باپ کی خدمت کا صلہ خُلدِ بریں ہے

ماں باپ ہیں زندہ تو غنیمت اسے جانو
تعظیم کرو ان کی ، عبادت اسے جانو
جس بات سے وہ شاد ہوں ، راحت اسے جانو
خدمت کو کہیں وہ تو سعادت اسے جانو

اصحابؓ کو تاکیدِ پیمبرؐ تھی مسلسل
ماں باپ کی خدمات بجا لاؤ ہر اک پل
دنیا میں سکوں ، دین میں عزت نہ ملے گی
ماں باپ کو دکھ دوگے تو جنت نہ ملے گی
ناراض خدا ہوگا ، اگر ہوں گے یہ بے کل
ماں باپ کی دلجوئی شہادت سے ہے افضل

اپنے دوست سے ملیے

نسرین شاہین

۱۵- اگست ۱۹۳۳ء کے دن ریاست ٹونک میں مولانا حکیم سید محمد احمد کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کو لکھنے پڑھنے کا شوق ورثے میں ملا۔ عربی، فارسی، اردو اور طب کی تعلیم اپنے دادا کے قائم کردہ دارالعلوم خلیلیہ (ٹونک) سے اور انگریزی زبان کی تعلیم گھر پر اتالیق سے حاصل کی۔ ان کے پَر دادا مولانا حکیم سید دائم علی عالم اور حکیم تھے۔ دادا علامہ حکیم برکات احمد بھی بڑے عالم اور مشہور علما کے استاد اور ایک بڑے طبیب تھے۔ ابھی اس بچے کی عمر ڈیڑھ سال تھی کہ اس کے والد مولانا حکیم سید محمد احمد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کی والدہ محترمہ بشیر النساء بہت عظیم خاتون تھیں۔ ۲۸ سال کی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں، لیکن اپنے چار بچوں کو پوری توجہ سے پالا اور ان کی بہت اچھی تربیت کی۔ ان کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ہوا۔

بچپن بہت آرام سے گزرا، وہ بچپن سے سنجیدہ اور شرمیلے تھے۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں لکھنے کا شوق ہوگیا۔ صرف ۱۴ برس کی عمر میں اپنے دادا حکیم برکات احمد کے نام پر ایک قلمی رسالہ ''البرکات'' جاری کیا۔ ۱۶ سال کی عمر میں انجمن ترقی اردو کے رسالہ ''معاشیات'' میں (۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء) سلسلہ مضامین لکھا، جس کو بابائے اردو نے بہت سراہا۔ ۱۹۵۲ء کا سن تھا جب شہید حکیم محمد سعید کے ادارۂ ہمدرد کی علمی سرگرمیوں میں شامل ہوگئے۔ ۱۹۵۳ء میں بچوں کے مقبول اور کثیر الاشاعت رسالے ''ہمدرد نونہال'' کی ادارت سنبھالی اور پھر مدیرِ اعلا بنے۔ اردو زبان و ادب کی تاریخ میں کوئی دوسرا

ادیب مسلسل ۶۳ سال تک بچوں کے ادب سے وابستہ اور بچوں کے رسالے کا مدیر نہیں رہا۔ اس سے موصوف کی مستقل مزاجی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بچوں کے ادیب کی حیثیت سے انھیں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ بچوں کے لیے لکھتے ہوئے انھیں ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا، لیکن وہ اس حوالے سے آج بھی تازہ دم دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا شمار موجودہ عہد کے اُن ادیبوں اور دانش وروں میں ہوتا ہے جنھیں کتاب اور قلم سے عشق ہے۔ محنت کو صحت بخش اور صحت افزا سمجھتے ہیں۔ بچوں کے لیے ان کی کہانیوں اور مضامین کی تعداد کا شمار کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہمدرد نونہال سے وابستہ ہونے سے پہلے انھوں نے بچوں کے لیے کبھی نہیں لکھا تھا۔ البتہ بڑوں کے لیے ان کے خاصے مضامین شائع ہو چکے تھے، لیکن جب بچوں کے رسالے کی ادارت ان کے سپرد کی گئی تو انھیں بچوں کے لیے لکھنا پڑا اور جب سے لکھتے ہی رہتے ہیں۔

علمی، ادبی لحاظ سے مولانا ابوالکلام آزاد سے سب سے پہلے متاثر ہوئے۔ مولانا آزاد کی تحریریں بالکل نوعمری میں پڑھیں۔ ان کے ہفت روزہ اخبار ''الہلال'' اور نیاز فتح پوری کے ماہ نامہ ''نگار'' کے کئی علاوہ ماہ نامے، ادبِ لطیف، عالمگیر، ادبی دنیا، ساقی اور دہلی سے نکلنے والا ایک رسالہ ''مشہور'' بھی پڑھتے تھے۔ یہ رسائل گھر کے کتب خانے میں موجود تھے جو ان کے بڑے بھائی حکیم محمود برکاتی شہید کے پاس آتے تھے۔ شعر و شاعری سے دل چسپی یوں پیدا ہوگئی تھی کہ ان کے ماحول میں ''بیت بازی'' کا بہت رواج تھا۔ بیت بازی کے ذریعے انھیں بہت سے اشعار یاد ہوگئے تھے،

لیکن انھوں نے شاعری کبھی نہیں کی۔ میر، غالب، نظیر اور اقبال کی شاعری سے زیادہ متاثر ہیں۔ نثر نگاروں میں حالی، شبلی، مولانا ابوالکلام آزاد، رشید احمد صدیقی، آل احمد سرور اور سید احتشام حسین انھیں پسند ہیں۔

آپ کے یہ دوست پڑھنے کے بہت شوقین ہیں۔ ہر قسم کی کتابیں، خاص طور پر علمی، ادبی کتابیں ان کے زیرِ مطالعہ رہتی ہیں۔ طب وصحت اور نفسیات پر مبنی کتابیں بھی پڑھتے ہیں۔ پاکستان کے سب سے سینئر میڈیکل صحافی ہیں، اس لیے ذوق اور ضرورت دونوں کا تقاضا ہے کہ اس قسم کی کتابیں پڑھیں۔ سوانح عمریاں اور مشاہیر کے خطوط پڑھنے کا بھی شوق رکھتے ہیں۔ ان کی ادبی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ علمی اور ادبی لحاظ سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہمدرد نونہال کے لیے کہانیاں مضامین لکھنے کے علاوہ بڑوں اور بچوں کے لیے ان کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ یہ تاریخ ساز کام ہے، نسلیں یاد رکھیں گی۔

ان کی کئی قابلِ ذکر تصانیف، تالیف و تراجم ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر پر ایک کتاب ''جوہر قابل'' ہے۔ بچوں کے لیے سفر نامہ ''دو ملک دو مسافر۔'' یہ بچوں کے لیے اردو میں پہلا سفر نامہ ہے۔ ان کے علاوہ چند مشہور کلاسیکی ناول انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیے۔ ''مونٹی کرسٹو کا نواب'' (الیگزینڈر ڈوما کا ترجمہ)، ہزاروں خواہشیں (چارلس ڈکنز کے ناول کا ترجمہ)، تین بندوقچی (تھری مسکیٹیئرس کا ترجمہ)، پیاری سی پہاڑی لڑکی (ترجمہ ناول)، ایک کھلا راز (مجموعہ مضامین)، چور پکڑو (مجموعہ مضامین)، حکیم محمد سعید کے طبی مشورے، صحت کی الف بے، وہ بھی کیا دن تھے، (حکیم محمد

سعید کے بچپن کی یادیں)، صحت کے ۹۹ نکتے، سعید پارے (جاگو جگاؤ سے انتخاب)، انکل حکیم سعید (حکیم محمد سعید پر بچوں کی تحریروں کی ترتیب) کے علاوہ کئی کتابیں ہیں۔

ان کی علمی اور ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے ۱۹۹۶ء میں آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی نے پاکستان کے سینئر ترین ایڈیٹر کی حیثیت سے طویل صحافتی خدمات کے پیشِ نظر ''نشانِ سپاس'' پیش کیا۔ انجمن ادبی رسائل کے سیکریٹری بھی رہے، پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی کے سرپرست بھی رہے۔ انھوں نے ملکی اور غیر ملکی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ یونیسکو کے ماہ نامہ ''کوریئر'' کے اردو ایڈیشن ''پیامی'' کے شریک مدیر رہے۔ ۲۰۱۲ء میں آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی نے انھیں لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ سے نوازا اور صدرِ پاکستان نے گولڈ میڈل پہنایا۔

دوستو! میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ یہ ساری باتیں اور کہانی کس کی ہے؟ یہ کہانی ہے ہم سب کے پیارے اور ہر دل عزیز ادیب سید مسعود احمد برکاتی صاحب کی، جنھیں کام میں منہمک دیکھ کر معلوم ہوا کہ اپنے کام سے لُطف اندوز کیسے ہوا جاتا ہے اور علم سے محبت کا حق کیوں کر ادا کیا جاتا ہے۔

۱۵- اگست ۲۰۱۵ء کو ۸۲ ویں سال گرہ کے موقع پر دعا ہے کہ خدا انھیں صحت وسلامتی عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

ایک بے سُرا گلوکار بڑی اچھی غزلوں کو بھی بہت بُرے انداز میں گا رہا تھا۔ بڑے سے بڑے شاعر کا اچھے سے اچھا شعر بہت بُرا معلوم ہونے لگتا۔ اس محفل میں مشہور شاعر احمد فراز بھی موجود تھے۔ انھیں مخاطب کرتے ہوئے گلوکار کہنے لگا: ''فراز صاحب! اب میں آپ کی غزل گاؤں گا۔ آج کل میں صرف زندہ شاعروں کا کلام گاتا ہوں۔''

احمد فراز نے کہا: ''جی ہاں! مرے ہوؤں کو کیا مارنا۔''

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

ایک شخص بیمار کی عیادت کو گیا اور وہاں جم کر بیٹھ گیا۔ بیمار بے چارہ پریشان تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ شخص اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا تو اس نے کہا: ''آنے جانے والوں کی کثرت نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔''

لیکن وہ شخص اب بھی نہ سمجھا بولا: ''آپ فرمایئے تو اُٹھ کر دروازہ بند کر دوں؟''

بیمار نے عاجز آ کر کہا: ''جی ہاں، باہر سے۔''

مرسلہ : طارق محمود کھوسو، کشمور

ایک اخبار کے مالک نے ایڈیٹر کی ملازمت کے لیے آئے ہوئے اُمیدوار سے کہا: ''یوں تو آپ پڑھے لکھے اور قابل آدمی لگتے ہیں، لیکن مجھے اپنے اخبار کے لیے ایک بے حد ذمے دار شخص کی ضرورت ہے کیا آپ کامیابی سے اخبار چلا سکیں گے؟''

''بالکل جناب!'' اُمیدوار نے اعتماد سے کہا: ''یہاں آنے سے پہلے میں اپنے مالک کی پندرہ لاکھ کی کار چلاتا تھا تو کیا آپ کا پندرہ روپے کا اخبار نہیں چلا سکوں گا۔''

مرسلہ : سبین عزیز، کراچی

ایک صاحب نے اپنے ایک ڈاکٹر دوست کو دعوت نامہ بھیجا۔ جواب میں انھیں ڈاکٹر کا ایک خط موصول ہوا، جو کسی طرح پڑھنے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ صاحب یہ جاننا چاہتے تھے کہ ڈاکٹر نے معذرت کی

ہے یا آنے کی ہامی بھر لی ہے۔

ان کے دوست نے مشورہ دیا: ''بھئی اسے کیمسٹ کے پاس لے جاؤ۔ وہ ڈاکٹر کی تحریر پڑھنے کے ماہر ہوتے ہیں۔''

وہ صاحب کیمسٹ کی دکان پر پہنچے تو کیمسٹ نے ان سے پرچا لیا۔ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ پھر الماری کھول کر اس نے ایک شیشی نکالی اور ان کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا: ''۵۰ روپے۔''

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا: ''یہ ٹائی بہت خوب صورت ہے۔ کتنے کی لی ہے؟''

دوسرا دوست بولا: ''یہ جب میں نے لی تھی اس وقت دکان دار دکان پر نہیں تھا۔''

مرسلہ : سحر اصغر، مریدکے

ایک تقریب میں ایک افسر بڑے اچھے موڈ میں تھا۔ اچانک اس نے اپنے ماتحت سے پوچھا: ''کیوں بھئی، تمھارے والد صاحب کیا کرتے تھے؟''

ماتحت نے جواب دیا: ''جی وہ موچی تھے۔''

افسر نے طنز کرتے ہوئے کہا: ''تو پھر انھوں نے تمھیں موچی کیوں نہیں بنایا؟''

ماتحت کو اپنے افسر سے اس جواب کی اُمید نہیں تھی، وہ بہت شرمندہ ہوا۔ تقریب میں شریک لوگوں نے بہت قہقہے لگائے۔

ماتحت نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش کرایا اور اپنے افسر سے پوچھا: ''جناب آپ کے والد صاحب کیا کرتے تھے؟''

افسر ماتحت کا سوال سمجھ گیا اور ہوشیاری سے جواب دیتے ہوئے کہا: ''وہ ایک شریف آدمی تھے۔''

ماتحت بولا: ''تو انھوں نے آپ کو شریف آدمی کیوں نہیں بنایا؟''

مرسلہ : عرشیہ نوید حسنات احمد، کراچی

کرائے دار نے اپنے بچے کی سالگرہ میں کسی بات پر قہقہہ لگایا، اوپر سے مالک مکان نیچے اُترا اور کہا: ''میری بیوی مرگئی ہے اور آپ لوگ قہقہہ لگا رہے ہیں۔''

اس آدمی نے افسوس کا اظہار کر کے پوچھا: ''آپ کی بیگم کا انتقال کب ہوا ہے؟''

مالک مکان نے کہا: ''دو سال پہلے۔''

مرسلہ : ام رومان، کراچی

☺ باپ بیٹے سے: ''دیکھو بیٹا! میں تمھیں شریر لڑکوں کی صحبت سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔''

بیٹا: ''ابا جان! اسی لیے تو میں اسکول نہیں جاتا۔''

مرسلہ : ثریا گلشن انصاری، چوہنگ لاہور

☺ ایک آدمی شراب کے نشے میں اپنے گھر کا تالا کھول رہا تھا، لیکن اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پڑوسی نے ہمدردی کے طور پر کہا: ''لایئے میں تالا کھول دوں۔''

اس نے جواب دیا: ''تالا تو میں کھول لوں گا۔ آپ ذرا مکان پکڑ لیں۔''

مرسلہ : نوال فاطمہ، نواب شاہ

☺ ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے ایک صاحب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک سائیکل سوار ان کی کار کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ وہ رفتار بڑھاتے ۸۰ میل فی گھنٹا تک لے گئے، لیکن سائیکل سوار نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر حیرت میں پڑ کر رک گئے۔ کار کی کھڑکی سے سر نکال کر بولے: ''مان لیا کہ تم دنیا کے سب سے تیز رفتار سائیکل سوار ہو، لیکن تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟''

سائیکل سوار نے ہانپتے ہوئے کہا: ''جناب! میری سائیکل کا مڈگارڈ آپ کی کار کے پچھلے بمپر میں پھنسا ہوا ہے۔''

مرسلہ : اعراف نعیم الدین انصاری، کراچی

☺ استاد: ''ایک ایسا جملہ بناؤ جس میں ماضی، حال اور مستقبل تینوں آتے ہوں؟''

شاگرد: ''ماضی میں ہمارے پاس مکان تھا، مگر حال میں ہی اسے بیچ دیا گیا اور مستقبل میں اسے خریدنے کا ارادہ ہے۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

☺ ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا: ''آج بازار میں ایک شخص کیلے کے چھلکے سے پھسل کر گر پڑا۔ سب لوگ ہنسنے لگے، لیکن میں بالکل نہیں ہنسا۔''

دوست نے پوچھا: ''تم کیوں نہیں ہنسے؟''

جواب ملا: ''گرنے والا میں ہی تھا۔''

مرسلہ : ماہم عبدالصمد، کراچی

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

آج آپ کو گلاب کے پھول کی ڈرائنگ سکھائی جا رہی ہے۔ سب سے پہلے ایک پنکھڑی بنائی گئی ہے۔ اس کے بعد اسی پنکھڑی میں اضافہ کر کے پنکھڑی کو واضح کیا گیا ہے۔ آخر میں پھول مکمل کر کے اس کے نیچے پتیاں بنائی گئی ہیں۔ پتیوں میں سبز رنگ ہے۔

پھول کا رنگ آپ اپنی مرضی سے بھر سکتے ہیں، مثلاً سرخ، گلابی، نیلا وغیرہ۔ مشق کرتے رہیے۔

☆☆☆

نونہال خبر نامہ

سلیم فرخی

موٹر سائیکل چلانے والا کتا

کتوں کی وفاداری، اطاعت اور خلوص تو مشہور ہے، لیکن برطانیہ میں ایک دو سالہ پالتو کتا حیرت انگیز صلاحیت کا بھی مالک ہے۔ اس کتے کی مالکن نے باقاعدہ ٹریننگ دے کر اسے تین پہیوں کی الیکٹرونک موٹر سائیکل چلانے کا ماہر بنا دیا ہے۔ یہ کتا موٹر سائیکل کو سڑکوں، گلیوں، باغوں اور غیر ہموار راستوں پر بھی انتہائی مہارت سے چلاتا ہے۔

انوکھی شکلوں والی سبزیاں

چین کے ایک کسان نے اپنے کھیت میں انوکھی شکلوں والی سبزیاں اُگائی ہیں۔ ان عجیب و غریب شکلوں والی سبزیوں میں وہ لوکی سب سے زیادہ مشہور ہوئی، جو مکمل بنس کی شکل میں اُگائی گئی ہے۔ ان حیرت انگیز سبزیوں کو خریدنے کے لیے چین کے دور دراز علاقوں سے لوگ اس کسان کے پاس آ رہے ہیں۔ کسان اپنی کوششوں میں کام یاب ہونے پر بے حد خوش ہے۔ ☆

نونہال مصور

طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور

فائزہ کامل، محمود آباد

مریم سہیل، کراچی

فاطمہ صفدر، حاصل پور

محمد عمر رشید، کراچی

مریم فاطمہ، کراچی

سید سبحان، کراچی

بلاعنوان انعامی کہانی

انور فرہاد

ابراہیم کتاب لے کر پارک گیا تھا کہ ایک گوشے میں بیٹھ کر سبق یاد کرے گا۔ گھر میں تو چھوٹے بھائی بہنوں کے ہنگاموں کی وجہ سے یکسوئی کے ساتھ پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ابھی وہ اس مخصوص بینچ کے قریب پہنچا ہی تھا، جہاں وہ اکثر بیٹھ کر پڑھا کرتا تھا، مگر یہ دیکھ کر ٹھٹک گیا کہ آج اس بینچ پر کسی اور کا قبضہ ہے۔ اب جو اس نے قبضہ کرنے والے کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ ایک لڑکا تھا اسی کی عمر کا، مگر عجیب مضحکہ خیز حلیے میں۔ اس کے سر پر ایک تاج تھا۔ یہ تاج درخت کے پتوں کو دھاگے میں باندھ کر بنایا گیا تھا۔ پتوں ہی کا ایک ہار اس کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ اس کی کمر کے گرد لنگوٹی جیسی کوئی چیز بندھی ہوئی

تھی، جب کہ اس کے اوپر پتوں ہی کی جھالر جیسی چیز بندھی نظر آ رہی تھی۔ اس کے سر کے بالوں اور بدن پر گرد و غبار کی تہ جمی ہوئی تھی۔ وہ بینچ پر اُکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ ابراہیم نے اس کا سرسری جائزہ لینے کے بعد اس سے کہا:

''اے کمسن ٹارزن! تم کس جنگل سے آئے ہو؟''

''بمبولا۔'' یہ اس کا گویا جواب تھا۔

''کیا نام ہے تمھارا؟''

''بمبولا۔''

''یہ تم کون سی زبان بول رہے ہو؟''

''بمبولا۔''

ابراہیم نے دل ہی دل میں کہا۔ یہ کوئی شریر لڑکا ہے۔ اس طرح سوانگ بھر کر دوسروں کو بے وقوف بنانے یہاں آ گیا ہے، مگر بچو! میں بھی تم سے کچھ کم نہیں۔ تمھیں شرارت کرنے کا مزہ نہ چکھایا تو...... یہ سوچتے ہوئے اس نے اس بہروپیے کو اشارے سے کہا کہ اب یہاں سے پھوٹ جاؤ۔ جواب میں اس نے کہا: ''بمبولا۔''

''توپ کا گولا۔'' ابراہیم نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''بمبولا'' اس لڑکے کا وہی ایک جواب تھا۔

''مرغ چھولا'' ابراہیم بولا۔

''بمبولا'' کہتے کہتے وہ مسکرایا تھا اور اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

''کیا بولا؟'' ابراہیم نے کہا: ''تجھے بھوک لگی ہے؟''

''بمبولا۔''

ابراہیم نے سوچا۔ جو بھی ہو، یہ بھوکا ہے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا تو بڑے ثواب کا کام ہے، لہٰذا وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں نے اس عجیب وغریب لڑکے کو دیکھ کر ابراہیم سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟''

''بمبولا۔'' ابراہیم نے جواب دیا۔

''یہ کیا چیز ہے۔ اسے کہاں سے لائے ہو؟''

''بمبولا۔''

''میں تمھیں تھپڑ ماردوں گی۔'' ابراہیم کی امی نے غصے سے کہا: ''شرافت سے بتاؤ کہ یہ کون ہے؟''

اب ابراہیم نے کہا: ''یہ کون ہے، یہ تو میں نہیں جانتا، یہ مجھے پارک میں ملا تھا۔ یہ غالباً بمبولا کے علاوہ اور کچھ بول نہیں سکتا۔ ویسے یہ شاید بھوکا ہے، اس لیے میں اسے گھر لے آیا ہوں۔ اسے کچھ کھانے کو دیجیے۔''

ابراہیم کی امی نے کھانے کی کچھ چیزیں لا کر اس کے سامنے رکھ دیں۔ وہ بڑی تیزی سے کھانے کی طرف بڑھا تھا، مگر ایک دم رُک گیا اور اپنے گندے ہاتھ کو دیکھ کر بولا: ''بمبولا۔''

ابراہیم اسے اپنے ساتھ واش بیسن تک لے گیا اور بولا: ''بمبولا۔''

وہ مسکرایا اور پھر خاموشی سے دونوں ہاتھ اور منھ صاف کیا۔ کھانا اس نے بالکل اسی طرح کھایا جس طرح سب کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد گلاس میں پانی ڈال کر پیا۔ پھر پیٹ پر ہاتھ پھیر کر آسمان کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر کے کہا: ''بمبولا۔'' ذرا دیر بعد وہ جہاں بیٹھا تھا وہیں لیٹ گیا۔ جلد ہی اسے نیند آ گئی تھی۔

شام کو ابراہیم کے بابا گھر آئے تو فرش پر سوئے ہوئے اس عجیب وغریب لڑکے کو دیکھ کر پوچھا: ''یہ کون ہے؟''

''بمبولا۔'' ابراہیم کی امی کے منھ سے بے ساختہ نکل گیا۔

''یہ کیا مذاق ہے؟'' ابراہیم کے بابا نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔

اب ابراہیم کی امی انھیں اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لائیں اور اس عجیب وغریب لڑکے کے بارے میں بتایا۔ وہ خاموشی سے ساری باتیں سنتے رہے، پھر بولے: ''تم کہتی ہو وہ بھوکا تھا۔ اس نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور کھانا اسی طرح کھایا جس طرح

کھایا جاتا ہے۔''

''جی ہاں۔''

ابراہیم کے بابا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ سوچ کر رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ گئے، جہاں بمبولا کو سوتا ہوا دیکھا تھا۔ اب وہ جاگ گیا تھا اور اُٹھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ بچے اسے چھیڑ رہے تھے۔ وہ کبھی کبھی ان کے جواب میں بمبولا کہہ دیتا تھا۔ ابراہیم کے بابا بڑے غور سے اس کے حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ذرا دیر بعد انھوں نے ابراہیم سے کہا: ''ابراہیم! اپنا ایک دُھلا ہوا شلوار سوٹ اسے لا کر دو۔''

ابراہیم جلد ہی شلوار سوٹ کے ساتھ لوٹا تھا۔ بمبولا کے پاس جا کر بولا: ''لو بھئی بمبولا! یہ کپڑے لو اور فٹافٹ بدل لو، اپنا چولا۔''

اس نے شلوار سوٹ ہاتھ میں لے کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر بولا: ''بمبولا؟''

''ارے بھئی، یہ توپ کا گولا نہیں ہے۔ پہننے والا کپڑا ہے۔'' ابراہیم نے اپنے لباس کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''ارے بھئی۔'' بابا بولے: ''وہ شاید یہ پوچھ رہا ہے کہ یہ کپڑے کہاں جا کر پہنوں؟''

اس پر ابراہیم اسے باتھ روم میں چھوڑ آیا۔ تھوڑی دیر بعد بمبولا واپس آیا تو پہچانا نہیں جاتا تھا کہ یہ وہی ٹارزن کی نسل کا انسان ہے۔ اس نے نہ صرف شلوار کرتا صحیح طریقے سے پہن رکھا تھا، بلکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس نے کپڑے پہننے سے پہلے غسل بھی کیا ہے۔ اس کے اُلجھے بال کنگھی کیے ہوئے تھے۔ اس نے سب کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: ''بمبولا۔''

''ہاں ہاں...... بالکل...... بالکل بمبولا......'' ابراہیم کا چھوٹا بھائی بولا۔

جب کہ اس کی گڑیا بہن نے کہا: ''اب تم بمبولا نہیں مسٹر بھولا ہو۔'' یہ کہہ کر اس نے تالی بجائی تو دوسرے لوگ بھی تالی بجانے لگے۔

بمبولا بھی دھیرے دھیرے مسکراتا رہا۔ وہ جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھنے لگا تو بابا بولے: ''وہاں نہیں بیٹے! یہاں ہمارے ساتھ صوفے پر بیٹھو۔''

وہ ذرا ہچکچایا، پھر صوفے پر بڑے سلیقے سے بیٹھ گیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد کھانا لگا تو سب لوگ کھانے کی میز کی طرف بڑھے۔ بابا نے اسے مخاطب کر کے کہا: ''بیٹے! تم بھی آؤ۔''

وہ اُٹھا، مگر میز پر جانے سے پہلے واش بیسن پر جا کر ہاتھ دھو آیا۔ پھر سب کی طرح بڑے سلیقے سے کھانا شروع کر دیا۔ بابا بڑے غور سے اس کی ہر بات کا جائزہ لے رہے تھے۔ اپنے منھ میں لقمہ ڈالنے سے پہلے اس کے لب ہلے تھے جیسے اس نے بسم اللہ پڑھی ہو، پھر منھ میں نوالا رکھا تھا۔

بمبولا کے سونے کے لیے الگ کمرے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ رات کو جب سب لوگ بے خبر سو گئے تو بابا چپکے سے اُٹھے اور دبے قدموں بمبولا کے کمرے تک جا پہنچے۔ انھوں نے جب باہر سے کمرے میں جھانکا تو وہ نماز پڑھتا ہوا نظر آیا۔ اس کی پیٹھ دروازے کی طرف تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر وہ دعا مانگنے لگا۔ اس کی آواز بابا کو سنائی دی تو وہ حیرت کے مارے ساکت ہو گئے۔

''یا رب العالمین! شکر کہ آج کئی دنوں کے بعد پیٹ بھر کر انسانوں کا کھانا نصیب ہوا۔ یہ لوگ تیرے نیک بندے معلوم ہوتے ہیں، مگر میرے معبود! میں کب تک یہ ڈراما

رچاتا رہوں گا؟ مجھے ایسے اچھے لوگوں کو دھوکا دیتے ہوئے اچھا نہیں لگتا، مگر کیا کروں مجبور ہوں، تو میری مدد فرما۔''

بابا دھیرے سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گئے اور بولے: ''بیٹے! تمھاری کیا مجبوری ہے، مجھے بتاؤ شاید میں تمھاری یہ مجبوری دور کر سکوں۔''

اس نے پلٹ کر دیکھا تو ندامت سے یوں سر جھکا لیا جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ ذرا توقف کے بعد اس نے کہا: ''وہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ مجھے مار دیں گے، اس لیے میں نے یہ بہروپ بھرا ہے کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے۔ کئی دنوں سے ویرانوں میں بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ آج انسانوں کی آبادی میں آیا تو آپ کے بیٹے سے ملاقات ہو گئی۔''

''بیٹے! وہ کون لوگ ہیں، ذرا کھل کر بتاؤ، جن سے تم اس قدر خوف زدہ ہو۔''

اس نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ ذرا دیر بعد بولا: ''میں ایک مدرسے میں پڑھتا تھا۔ ایک دن مدرسے کے باہر ایک گاڑی آئی۔ اس میں سے ایک داڑھی والا آدمی اُترا اور کہا: ''ہم نے ایک نیا مدرسہ قائم کیا ہے، جہاں پڑھنے والے بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ مجھ سمیت کئی بچے اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ہمیں اس گاڑی نے ہمیں جہاں پہنچایا تھا، بظاہر تو یہ بھی ایک مدرسہ ہی تھا، مگر یہاں کچھ اور ہی قسم کا سبق پڑھایا جاتا تھا۔ ہم سے کہا جاتا تھا کہ شہید ہونے والے جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ شہادت ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ کے نافرمان بندوں کو مارتے ہیں۔ لمبی داڑھی والے کے خیال میں جب لڑکے ان کی باتوں پر مکمل یقین کر کے ان کے حکم پر عمل کرنے

کے قابل ہو جاتے تو وہ ایسے لڑکوں کو خودکش بمبار بنا کر کہیں لے جاتے۔ ایسی باتیں کر کے وہ لوگ لڑکوں کو غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ غرض ایک دن میری باری بھی آ گئی اور وہ مجھے بھی کہیں لے گئے۔''

اتنا کہہ کر وہ دم لینے کے لیے ذرا رکا تھا کہ بابا بول پڑے: ''تم کہاں کے رہنے والے ہو، تمھارا گھر کہاں تھا؟''

''ہمارا گھر ملتان شہر میں تھا۔ میں وہیں کے ایک مدرسے میں پڑھتا تھا۔ وہاں سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو وہ لوگ کسی دور دراز علاقے میں لے گئے تھے۔ خودکش بمبار بنا کر اس شہر میں لائے اور کہا: ''فلاں جگہ جا کر اپنے آپ کو اُڑا دو۔ وہ لوگ جب چلے گئے اور میں اس جگہ پہنچا جہاں مجھے خود کو دھماکے سے اُڑانا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ یہاں تو بوڑھے بھی ہیں، بچے بھی اور عورتیں بھی۔ ان سب لوگوں کو مارنے سے اللہ کیوں خوش ہوگا؟ میری امی تو مجھ سے کہتی تھیں کہ میں جتنی محبت تم سے کرتی ہوں، اس سے بہت زیادہ محبت اللہ اپنے ہر بندے سے کرتا ہے۔ پھر وہ اللہ اپنے بندوں کو مارنے والے سے کیوں خوش ہوگا؟ میں نے سوچا میری امی جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ بس اس کے بعد میں نے اپنا خودکش جیکٹ کسی نہ کسی طرح اُتار کر پھینکا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

اتنا کہہ کر وہ ذرا رکا پھر بولا: ''بابا جی! وہ لوگ مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ ایسے نافرمان لڑکوں کو بہت اذیت ناک موت مارتے ہیں۔''

بابا نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر کہا: ''بیٹے! مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ تم نے اپنا کیس اللہ میاں تک پہنچا دیا ہے نا...... اب اطمینان

سے سو جاؤ۔ اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔''

صبح ناشتے کے بعد بابا جانے لگے تو اپنے ساتھ بمبولا کو بھی لیتے گئے۔ شام کو آئے تو اکیلے تھے۔ بچوں نے انھیں گھیر لیا: ''بابا! بمبولا کو کہاں چھوڑ آئے؟''

''اس کو اس کے ماں باپ کے پاس پہنچانے کا بندوبست کر آیا ہوں۔''

جب کہ اپنی بیگم کو انھوں نے تنہائی میں ساری باتیں بتا کر کہا: ''وہ لوگ جو دہشت گردوں کی سرکوبی کر رہے ہیں۔ میں نے اس لڑکے کو ان کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ نہ صرف اس لڑکے کی مدد سے ایسے مجرموں کو گرفتار کریں گے، بلکہ اسے اس کے گھر، اس کے والدین کے پاس بھی پہنچا دیں گے۔

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اگست ۲۰۱۵ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

انعامی سلسلہ ۲۳۶

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ اگست ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ اُم المومنین حضرت حفصہؓ .... کی بیٹی تھیں۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔ حضرت عمر فاروقؓ ۔ حضرت عثمان غنیؓ)

۲۔ دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ .... ہے۔ (بیت المقدس ۔ خانہ کعبہ ۔ گولڈن ٹیمپل)

۳۔ اردو کے معروف شاعر میرا جی نے ۳ نومبر .... کو وفات پائی۔ (۱۹۴۸ء ۔ ۱۹۴۹ء ۔ ۱۹۵۰ء)

۴۔ .... دنیا کا سب سے لمبا دریا ہے۔ (دریائے ایمزون ۔ دریائے نیل ۔ دریائے مِسی)

۵۔ زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے، جب کہ .... کا ایک سال تقریباً ۱۰۸۰۰ دن کے برابر ہوتا ہے۔ (مریخ ۔ زحل ۔ مشتری)

۶۔ مشہور شاعر مرزا غالب ہندستان کے شہر .... میں پیدا ہوئے۔ (آگرہ (اکبرآباد) ۔ دہلی ۔ بنارس)

۷۔ وینزویلا .... کا ایک ملک ہے۔ (آسٹریلیا ۔ یورپ ۔ جنوبی امریکا)

۸۔ ''سید محمد ارتضیٰ'' مشہور ادیب .... کا اصل نام ہے۔ (ملا واحدی ۔ ماہر القادری ۔ حاجی لق لق)

۹۔ اسلامی اکثریت والا واحد یورپی ملک .... ہے۔ (البانیہ ۔ آرمینیا ۔ گیمبیا)

۱۰۔ ملک غلام محمد پاکستان کے پہلے .... تھے۔ (وزیر صنعت ۔ وزیر قانون ۔ وزیر خزانہ)

۱۱۔ اسلامی ملک شمالی یمن کا سکہ .... کہلاتا ہے۔ (دینار ۔ ریال ۔ درہم)

۱۲۔ ''ہوانا'' .... کا دارالحکومت ہے۔ (کروشیا ۔ کیوبا ۔ کمبوڈیا)

۱۳۔ ''بارد'' .... زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے سرد، ٹھنڈا، جما ہوا، خنک۔ (عربی ۔ سندھی ۔ ترکی)

۱۴۔ مشہور ناول ''آنگن'' کی مصنفہ ممتاز افسانہ نگار .... تھیں۔ (خدیجہ مستور ۔ ہاجرہ مسرور ۔ رضیہ بٹ)

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت ہے: ''گھر کی مرغی .... برابر۔'' (چٹنی ۔ سبزی ۔ دال)

۱۶۔ مشہور شاعر چکبست کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

اس کو ناقدریِ عالم کا صلہ کہتے ہیں ۔ مر چکے ہم تو زمانے نے .... یاد کیا (خوب ۔ اب ۔ بہت)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۳۶ (اگست ۲۰۱۵ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ اگست ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اگست ۲۰۱۵ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ ۔ اگست ۲۰۱۵ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا یئے۔

عظیم مسلمان سائنس داں

تازہ اور دلچسپ کتابیں

کتاب کا نام	قیمت
۱۔ الطوسی ۔ ماہرِ ریاضی	۳۵ رپے
۲۔ الادریسی ۔ ماہر جغرافیہ	۴۲ رپے
۳۔ الفارابی ۔ عظیم فلسفی	۴۵ رپے
۴۔ البیطار ۔ ماہرِ نباتات	۵۰ رپے
۵۔ الوزّان ۔ عظیم سیّاح اور واقعہ نگار	۴۵ رپے
۶۔ القزوینی ۔ ماہرِ ارضیات	۴۰ رپے
۷۔ البیرونی ۔ عظیم مفکر اور ماہرِ فلکیات	۴۰ رپے
۸۔ ابن خلدون ۔ عظیم مورّخ اور ماہرِ عمرانیات	۴۰ رپے
۹۔ جابر بن حیان ۔ ماہرِ کیمیا	۴۰ رپے
۱۰۔ ابنِ یونس ۔ ماہرِ فلکیات	۴۰ رپے
۱۱۔ الخوارزمی ۔ ماہرِ حساب	۳۵ رپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ، ہمدرد سینٹر ، ناظم آباد نمبر ۳ ، کراچی

جوابات معلومات افزا ۔ ۲۳۴

سوالات جون ۲۰۱۵ء میں شایع ہوئے تھے

جون ۲۰۱۵ء میں معلومات افزا ۔ ۲۳۴ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے اس بار پندرہ کے بجائے نام نکالے گئے ہیں۔ انعام یافتہ نونہالوں کو ایک کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ جانوروں کی بولیاں سمجھنے والے پیغمبر حضرت سلیمانؑ تھے۔

۲۔ مشہور مسلمان عالم ابنِ رشد کا اصل نام ابوالولید محمد بن احمد بن محمد تھا۔

۳۔ سیرت رسولؐ پر بغیر نقطوں کی اردو میں لکھی ہوئی کتاب ہادیٔ عالمؐ مولانا محمد ولی رازی کی تصنیف ہے۔

۴۔ پاکستان میں زکوٰۃ آرڈیننس ۲۰ جون ۱۹۸۰ء کو نافذ ہوا تھا۔

۵۔ کراچی یونی ورسٹی کے پہلے وائس چانسلر پروفیسر اے بی حلیم تھے۔

۶۔ شکریہ خانم پاکستان کی پہلی خاتون ہوا باز تھیں۔

۷۔ متحدہ عرب امارات کا دارالحکومت ابوظہبی ہے۔

۸۔ پرانا مشہور شہر ''گولکنڈہ'' حیدر آباد دکن (بھارت) میں ہے۔

۹۔ سال کا سب سے طویل دن ۲۱ جون کو ہوتا ہے۔

۱۰۔ مصر کے آخری بادشاہ شاہ فاروق تھے۔

۱۱۔ نرسنگ کی بانی فلورنس نائٹ انگیل اٹلی میں پیدا ہوئیں۔

۱۲۔ کھٹمنڈو نیپال کا دارالحکومت ہے۔

۱۳۔ عبداللہ یامین عبدالقیوم مالدیپ کے موجودہ صدر ہیں۔

۱۴۔ انسان کے جسم کا سب سے بڑا غدہ (گلینڈ) جگر ہے۔

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''جان نہ پہچان، بڑی خالہ سلام۔''

۱۶۔ مومن خاں مومن کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومنؔ آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے بیس خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** شازیہ وحید صدیقی، مجاہد الرحمٰن، ماریہ سعید، محمد آصف انصاری، سیدہ سالکہ محبوب، سید عالی وقار، اختر حیات خان ☆ **حیدرآباد:** مریم کاشف، عمر بن حزب اللہ بلوچ ☆ **لاڑکانہ:** معتبر خان ابڑو۔

☆ **پشاور:** سعید احمد ضیغم ☆ **لاہور:** محمد عبداللہ، امتیاز علی ناز ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل۔

☆ **ملتان:** احمد عبداللہ ☆ **سکھر:** عائشہ محمد خالد قریشی ☆ **شکارپور:** صبا عبدالستار شیخ۔

☆ **نواب شاہ:** نعمان ایوب ☆ **فیصل آباد:** محمد عبداللہ ضیا ☆ **وزیرآباد:** محمد وسیم عارف۔

۱۶ درست جوابات دینے والے نونہال

☆ **کراچی:** عائشہ کریم، حسن شفیق، ملیکہ عابدی، محمد معاذ اسلم، محمد عثمان خان، صفی اللہ، عبدالرحمٰن اظفر، محمد زایان احسن، رخشی آفتاب، احمد رضا خاں، علیزہ سہیل، سیدہ مریم محبوب، سید باذل علی اظہر، سید شبطل علی اظہر، ناعمہ تحریم، یوسف کریم، محمد حشمان بیگ، زہرہ کنول احمد، آسیہ ذوالفقار علی، سیدہ ابیحہ حسن، عبدالمعید، کومل فاطمہ اللہ بخش، سیدہ اریبہ بتول ☆ **حیدرآباد:** محمد حسان چوہان، زینب نور، عائشہ ایمن عبداللہ، محمد عاشر راحیل ☆ **لاڑکانہ:** صنم حضور ابڑو ☆ **پشاور:** خانیہ شہزاد ☆ **راولپنڈی:** شرجیل ضیا، محمد ارسلان ساجد ☆ **لاہور:** صفی الرحمٰن، مطیع الرحمٰن ☆ **میرپورخاص:** زفرا مصطفیٰ گل، نادیہ راجپوت، عدیل احمد، محمد بلال ☆ **ڈگری:** محمد طلحہ مغل ☆ **کھوکھی:** خورشید احمد ☆ **سکھر:** محمد ارسلان چاچڑ ☆ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ راجپوت ☆ **کشمور:** امجد فاروق بلوچ ☆ **کوٹلی:** شہریار احمد چغتائی ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ☆ **چکوال:** ضحیٰ زینب ☆ **بھکر:** ملک محمد ارسلان اسلم۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** عنبرین کامران، عائشہ عبدالواسع، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، حسن رضا قادری، حذیفہ یمان، کرن فدا حسین، محمد حبیب الرحمٰن، نعمان فیصل، محمد حماد بٹ، اریبہ کنول، رضی اللہ خاں، طیبہ فاطمہ، سندس آسیہ، حفظہ محی ☆ **بہاول پور:** ایمن نور، احمد ارسلان، صباحت گل، قرۃ العین عینی ☆ **حیدرآباد:** طیبہ طارق، تسکین نظامانی ☆ **ملتان:** صائم عاصم ☆ **لاہور:** سیدہ سدرہ الیاس، حافظ عبداللہ عتیق، عبدالجبار رومی انصاری، حافظ عزہ رحمٰن

☆ **تلہ گنگ:** عاطف ممتاز ☆ **راولپنڈی:** نمرہ نواز ☆ **سکھر:** فلزا مہر ☆ **اٹک:** اسماعثمان ☆ **نوشہرہ:** اذلان ہارون ☆ **خانیوال:** احمد ابراہیم حسن، محمد عبداللہ اعجاز ☆ **فیصل آباد:** محمد اواب کمبوہ ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **گجرات:** محمد حسین ☆ **اوتھل:** مدیحہ رمضان بھٹہ۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** علینا اختر، یسریٰ حسین، محمد شافع، سمعیہ محمد شاکر، اسریٰ خان، علی حسن، محمد شارق زنگونیا، قرۃ العین عباسی، جویریہ فاروقی، نعمان احمد ☆ **کشمور:** شہزاد احمد لانگاہ، سہیل احمد کھوسو ☆ **راولپنڈی:** محمد حذیفہ اسلم، وانیا احمد ☆ **سکھر:** عائشہ تزین، طوبیٰ سلمان ☆ **لاہور:** حافظ انشرح خالد بٹ ☆ **اٹک:** بی بی سارہ شعیب ☆ **ٹنڈوالٰہیار:** اُم ہانی عثمان ☆ **حیدرآباد:** محمد سعد عبدالجبار ☆ **کشمور:** سیف اللہ بلوچ ☆ **بہاول نگر:** طوبیٰ جاوید انصاری ☆ **میرپورخاص:** سیف الرحمٰن، احتشام ڈوگر ☆ **گوجرخان:** محمد شہیر یاسر۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** احسن محمد اشرف، محسن احمد اشرف، محمد بلال خان، بہادر شاہ ظفر، طلحہ سلطان شمشیر علی، محمد فہد الرحمٰن، احتشام شاہ فیصل، سید نعمان مسعود، حافظ محمد عبداللہ، حورعین ناصر بیگ، مبشرہ زیب عباسی، سید عبدالرحمٰن رضوی، لبنیٰ جبیں، حافظ حسان علی، وانیہ حبیب ☆ **فیصل آباد:** زنیب ناصر ☆ **میرپورخاص:** عاقب اسماعیل ☆ **پسنی:** سسی سخی ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** آصف علی کھوسہ ☆ **راولپنڈی:** محمد عثمان حبیب۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

☆ **کراچی:** مہوش حسین، مریم عامر، عمر نوشاد، سید اویس عظیم علی، زین علی ☆ **جامشورو:** محمد رخسان ☆ **تلہ گنگ:** طلحہ خباب علی ☆ **راولپنڈی:** شاہ عالم زمرد ☆ **اوتھل:** ثروت جہاں ☆ **سانگھڑ:** اقصیٰ انصاری جھول ☆ **پنڈدادن خان:** سیدہ یمین فاطمہ عابدی۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

☆ **کراچی:** محمد اکرام انصاری، احمد رضا، محمد شیراز انصاری ☆ **نواب شاہ:** محمد عبداللہ سرور قریشی ☆ **فیصل آباد:** احمد عامر ☆ **جھڈو:** شہزیم راجا ☆ **گوادر:** معصومہ محمد اقبال۔ ☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال جون ۲۰۱۵ء میں جناب محمد فاروق دانش کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے چار اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو مختلف جگہوں سے پانچ نونہالوں نے بھیجا ہے۔ ان کے نام قرعہ اندازی کر کے نکالے گئے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ چارغ سے چراغ جلا : ۱۔ مریم رحیم، کراچی

۲۔ حافظ عبداللہ عتیق، لاہور

۲۔ نیکی کا سفر : محمد ابوبکر، اسلام آباد ۳۔ اور بوجھ اُتر گیا : عبدالودود، کراچی

۴۔ زندہ لوگ : احمد ارسلان، بہاول پور

اُن نونہالوں کے نام جو قرعہ اندازی میں کامیاب نہ ہو سکے

ماہین صباحت اور حافظہ انشرح خالد بٹ (لاہور)، سیدہ جویریہ جاوید، طیبہ فاطمہ، عبدالرافع، حماد علی خاں، احسن جاوید، سیدہ سالکہ محبوب، عبدالودود، سید صفوان علی جاوید اور رمنا احمد (کراچی)، فیروز احمد اور وقار احمد (میر پور خاص)، عیشہ عاصم (ملتان)، صبا عبدالستار شیخ (شکارپور)، طیبہ نور (اوتھل)، نمرہ نواز (راولپنڈی)۔

﴿ چند اور اچھے عنوانات ﴾

قرض اور فرض۔ دیا جلائے رکھنا۔ روشنی کا سفر۔ سچی خوشی۔ فرض ایک امانت۔ علم دوست۔ قرض کا بوجھ۔ پرانا قرض۔ قرض حسنہ۔ انوکھا قرض۔ قرض کی واپسی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: عبیرہ صابر، قراۃ العین عباسی، زرگل خان، شازیہ انصاری، علیزہ سہیل، جنید خان، تابندہ آفتاب، مریم عامر، آمنہ بنتِ حبیب الرحمٰن، انعم صابر علی، سیدہ اریبہ بتول، مریم رحیم، یاسر نوشاد، حورعین ناصر بیگ، علینہ وسیم، نور فاطمہ، محمد شیراز انصاری، عبدالوہاب زاہد محمود، اکرام انصاری، ایمن حیات خان، رمنا احمد، فاطمہ طالب، عبدالرحمٰن اظفر، محمد حمزہ اشرفی، ابتسام احمد، حمیرا شمیم صدیقی، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، اریبہ علی، صفی اللہ، فضل ودود خان، احمد حسین، احتشام شاہ فیصل، محمد فہد الرحمٰن، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، بہادر شاہ ظفر، محمد بلال خان، محسن محمد اشرف، علی حسن، احسن محمد اشرف، طاہر مقصود، جلال الدین اسد، محمد عثمان خان، احمد رضا، لائبہ خان، سیدہ نمیرا مسعود، حافظ محمد عبداللہ، محمد عثمان علی، محمد احمد رضا خان، اسریٰ خان، زین علی، احتشام الحق، مہوش حسین، سمعیہ محمد شاکر، حسان طارق، حماد علی خاں، عنبرین کامران، طوبیٰ تبسم محمد امین کھتری، سمیعہ توقیر، بشریٰ عبدالواسع، یسریٰ حسین، محمد شافع، سیدہ معصومہ عابدی، محمد معاذ اسلم، علینا اختر، اریب فاطمہ، محمد شارق رنگونیا، مصامص شمشاد غوری، فاطمہ عمران احسن، زہرہ شفیق، مجاہد الرحمٰن، اختر حیات خان، سید شمظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، عائشہ الیاس، سید عفوان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، ماہم عبدالصمد سموں، حسن رضا قادری، کومل فاطمہ اللہ بخش، حذیفہ احمد، عرشیہ نوید حسنات احمد، اعراف نعیم الدین انصاری، عبدالرافع، نعمان احمد، سیدہ ابیھہ احسن، ناعمہ ذوالفقار علی، نعمان فضل، طیبہ فاطمہ، عمیر رفیق، محمد عمران، وانیہ حسیب، رضی اللہ خان، محمد حماد بٹ، ہانیہ ظہیر، احسن جاوید، ثمین جاوید، احزم جاوید، محمد اختر، شفیقہ عمر فاروق، سید فائز احمد، سید اویس عظیم علی، جویریہ فاروقی، فہد حسن کیریو، حفظہ مجی، زہرہ کنول احمد، سہیل احمد بابوزئی، حذیفہ یمان، لبنیٰ جبیں، صبا عبدالغنی، طوبیٰ بنتِ عبدالرؤف قریشی، محمد بلال صدیقی، شبیر حیدر، عبدالودود، بلال سہیل ☆ اسلام آباد: محمد ابوبکر یاسر، آمنہ غفار ☆ نواب شاہ: محمد طارق قاسم قریشی، ارم بلوچ محمد رفیق، مریم عبدالستار شیخ ☆ ٹنڈو الہیار: محمد فراز حیدر، محمد جاوید امتیاز، اُمِ ہانی عثمان

☆ **اٹک:** زینب صدیقہ، اریبہ علی، بی بی سارہ شعیب ☆ **سانگھڑ:** علیزہ ناز منصوری، ماوریٰ خادم حسین رحمانی، تحریم محمد ابراہیم احمدانی ☆ **فیصل آباد:** آئمہ عامر، صوفیہ شاہد، محمد عبداللہ ضیا، رجا یمنیٰ، زینب ناصر، اصفیٰ بتول ☆ **بہاول پور:** قرۃ العین عینی، احمد ارسلان، صباحت گل، ایمن نور، ثمن ضیا ☆ **لاہور:** سیدہ سدرہ الیاس، حافظ عبداللہ عتیق، امتیاز علی ناز، طوبیٰ فاطمہ، ماہین صباحت، عطیہ جلیل، عبدالجبار رومی انصاری، ردا طارق، محمد حبیب اللہ، وقار ولی خان، حافظہ نمرہ رحمٰن، حافظہ انشراح خالد بٹ، علی احمد خان، رجا فاطمہ ☆ **حیدرآباد:** محمد حسان چوہان، مریم نور، مقدس جبار، حسام الہٰ دین، عمار بن حزب اللہ بلوچ، محمد اسامہ صدیق چوہان راجپوت، محمد احمد عبدالجبار، ماہ رخ، حسان مرزا، تسکین نظامانی، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **میرپور خاص:** عبیدالرحمٰن، شفیق فاطمہ، عبدالرحمٰن ڈوگر، عائشہ مصطفیٰ گل، سارہ اسماعیل، محمد خالد خان، کرن راجپوت، وقار احمد، فیروز احمد ☆ **سکھر:** عائشہ تزین، طلحہٰ احمد صدیقی، عائشہ محمد خالد قریشی، بشریٰ محمد محمود شیخ، محمد عفان بن سلمان، فلزا مہر ☆ **راولپنڈی:** عائشہ خالد، شاہ عالم زمرد، وانیا احمد، منیب ضیا، شیر احمد کھوکھر، عظیم بن عاصم، نمرہ نواز، رومیسہ زینب چوہان ☆ **پشاور:** عمر فاروق، حانیہ شہزاد، سنیہ وجیہہ ضیغم ☆ **کشمور:** سہیل احمد، امجد فاروق بلوچ، سیف اللہ ☆ **نواب شاہ:** عبدالرؤف ایوب، محمد عبداللہ سرور قریشی ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** محمد بلال، عمیر مجید، سعدیہ کوثر مغل ☆ **ملتان:** لائبہ شوکت، ایمن فاطمہ، محمد عباس، عمارہ یاسمین، عیشہ عاصم ☆ **لاڑکانہ:** صنم حضور ابڑو ☆ **تلہ گنگ:** عاطف ممتاز ☆ **شکار پور:** صبا عبدالستار شیخ ☆ **گوادر:** ماہ پارہ اقبال ☆ **کھوسکی:** خورشید احمد ☆ **میاں چنوں:** محمد عبداللہ اعجاز ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **گجرات:** منزہ بتول ☆ **مردان:** یمنیٰ علی خان ☆ **ڈگری:** محمد طلحہٰ مغل ☆ **سکرنڈ:** کنول سعید خانزادہ ☆ **ٹنڈو جان محمد:** فائزہ عبیداللہ ☆ **پسنی:** سسی سخی ☆ **سانگھڑ:** طوبیٰ جاوید انصاری ☆ **کوٹلی:** محمد جواد چغتائی ☆ **گوجر خان:** محمد شہیر یاسر ☆ **اوتھل:** طیبہ نور، محمد سبطین عاشر بھٹہ ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** سائل سرور بمبل ☆ **کوئٹہ:** مریم ساجد ☆ **کوہاٹ:** علیشاہ سمیع ☆ **میانوالی:** محمد اشرف ☆ **جھول:** اقصیٰ انصاری ☆ **شہداد پور:** عبداللہ شیخ ☆ **چکوال:** ضحیٰ زینب ☆ **نوشہرہ:** لیلیٰ جلیل الرحمٰن یوسف زئی ☆ **بھکر:** ملک محمد ارسلان اسلم۔ ☆

پانی زندگی ہے، زندگی کی حفاظت کیجیے

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... **رپورٹ : حیات محمد بھٹی**

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمان خصوصی محترم عامر رشید ڈپٹی مینیجنگ ڈائریکٹر واٹر اینڈ سینیٹیشن اتھارٹی (واسا، راولپنڈی) تھے۔ معروف سماجی کارکن، رکنِ شوریٰ ہمدرد محترم الحاج شیخ مختار احمد بھی اجلاس میں شریک ہوئے۔ اجلاس کا موضوع تھا: ''پانی زندگی ہے، زندگی کی حفاظت کیجیے۔''

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں مہمانِ خصوصی اور نونہال تقریر کر رہے ہیں۔

اسپیکر اسمبلی نونہال عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید عرفان احمد نے، حمدِ باری تعالیٰ عیشا کیانی نے اور نعتِ رسولؐ اذان علی نے پیش کی۔

نونہال مقررین میں ثاقب صدیق، مہک زہرا اور آمنہ نور شامل تھیں۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بے شمار نعمتیں، جن کے بغیر زندگی گزارنا محال ہو، وہ سب ہی مہیا فرمائیں۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ ان نعمتوں پر اپنے رب کا شکر ادا کرو اور استعمال میں میانہ روی اختیار کرو۔ ان ہی میں ایک انمول نعمت پانی بھی ہے۔ ہمارے پیارے آقاؐ نے پانی کی بوند بوند کے حساب دیے جانے کی وعید اور حد درجہ احتیاط کی تلقین فرمائی ہے۔ اگر ہم نے

پانی کے استعمال میں کفایت سے کام نہ لیا تو انسان آیندہ کسی بڑی آزمایش سے دوچار ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں اسکول، کالج، جامعات اور مدارس کے علاوہ ہر ممکنہ سطح پر شعور و آگہی کے پروگرام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

محترم الحاج شیخ مختار احمد اصلاحی نے کہا کہ پہلے وقتوں میں لوگ پانی کی بہت قدر کرتے تھے اور بچوں سے پانی ضائع کرنے پر ناراضگی کا اظہار کرتے تھے، مگر اب ہم میں سے ایسی عادتیں ختم ہوچکی ہیں۔ ہمیں نونہالوں کو پانی کی اہمیت سے روشناس کرانا چاہیے۔

اس موقع پر مختلف اسکولوں کی طالبات نے ایک خوب صورت نغمہ، ایک خاکہ اور رنگا رنگ ٹیبلو پیش کیا۔ آخر میں انعامات تقسیم ہونے کے بعد دعاے سعید پیش کی گئی۔

☆☆☆

ہمدرد نونہال اب فیس بک پیج پر بھی

ہمدرد نونہال تمھارا پسندیدہ رسالہ ہے، اس لیے کہ اس میں دل چسپ کہانیاں، معلوماتی مضامین اور بہت سی مزے دار باتیں ہوتی ہیں۔ پورا رسالہ پڑھے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ شہید حکیم محمد سعید نے اس ماہ نامے کی بنیاد رکھی اور مسعود احمد برکاتی نے اس کی آب یاری کی۔ ہمدرد نونہال ایک اعلا معیاری رسالہ ہے اور گزشتہ ۶۳ برس سے اس میں لکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کی تحریروں نے اس کا معیار خوب اونچا کیا ہے۔

اس رسالے کو کمپیوٹر پر متعارف کرانے کے لیے

اس کا فیس بک پیج (FACE BOOK PAGE) بنایا گیا ہے۔

www.facebook.com/hamdardfoundationpakistan

مسکراتی لکیریں

''امی! آپ نے مہمانوں کے لیے کچھ لانے کو کہا تھا، میں ان کے لیے ٹیکسی لے آیا۔''

☆

دس منٹ

شازیہ فرحین

’’مجھے نہیں کھانا یہ بدمزہ کھانا۔‘‘ دادا ابا نے ٹرے اپنے آگے سے کھسکائی: ’’اور ہاں اپنے ابا کو بتا دو کہ مجھے اسپتال نہیں جانا ہے۔ حد ہوگئی، بھلا ہر ہفتے اسپتالوں میں حاضری دو، ذیابیطس ہی ہے ایسی کوئی پیچیدہ بیماری تو نہیں۔‘‘

دادا ابا غصے میں تھے۔ باذل نے ٹرے اُٹھائی اور ایک دفعہ پھر آخری کوشش کی:

’’اگر آپ تھوڑا سا سوپ لے لیتے تو بہت اچھا تھا۔‘‘ اس نے دھیرے سے کہا۔

’’کہہ دیا نا نہیں، نہیں بس نہیں۔‘‘ دادا ابا بھوک میں سخت چڑچڑے ہو رہے تھے۔ دراصل انھوں نے امی سے گاجر کے حلوے کی فرمائش کی تھی، مگر ابو کا حکم تھا کہ میٹھی
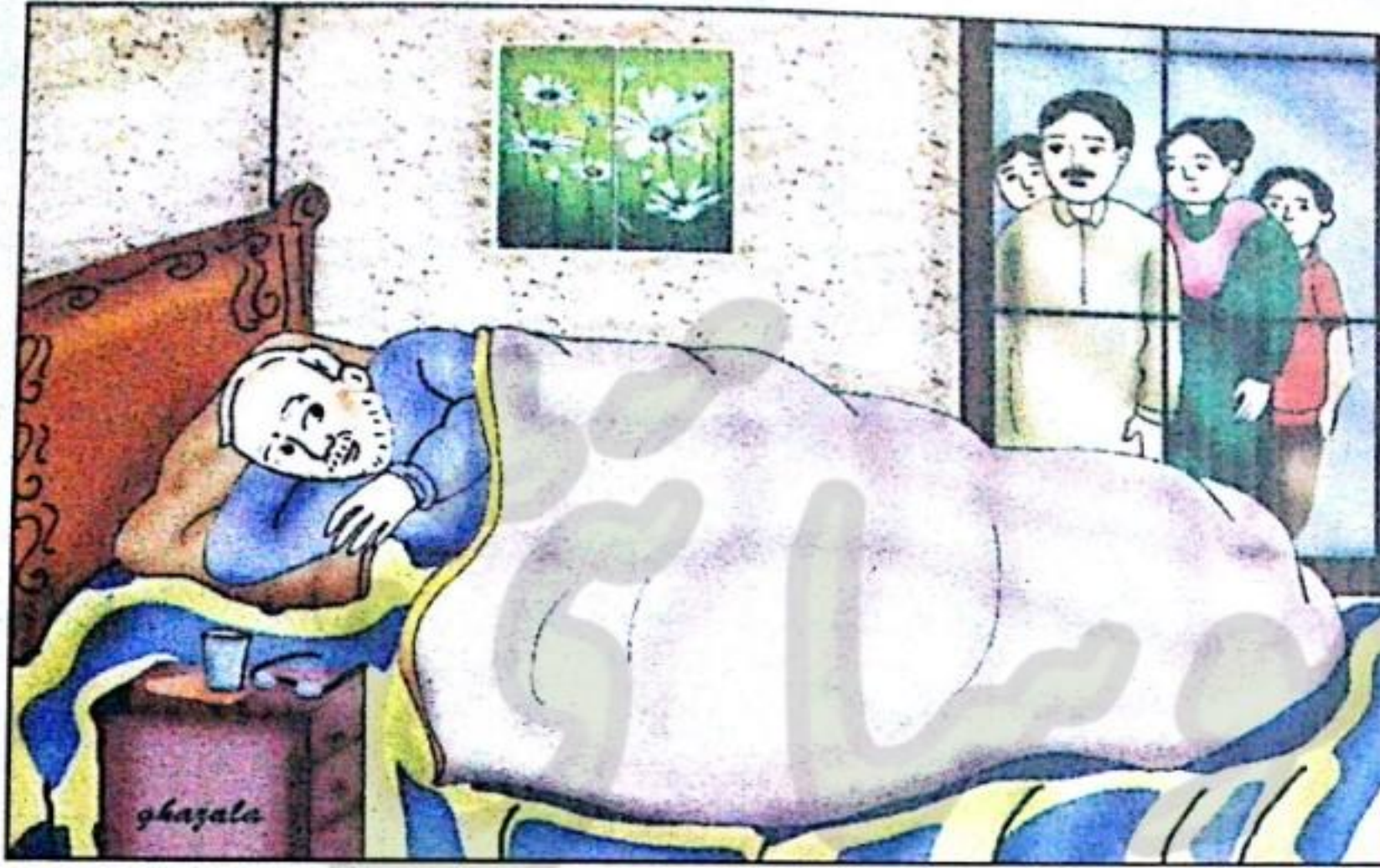
چیز انھیں نہ دی جائے۔

شام کے سائے گہرے ہوئے تو ابو کی گاڑی پورچ میں آ کر ٹھیر گئی۔ ابو کی عادت تھی کہ گھر میں داخل ہوتے ہی پہلے دادا ابا کے پاس دس منٹ بیٹھتے پھر سب سے ملاقات کرتے۔

دادا ابا سخت غصے کے عالم میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے۔

''کیا ہوا ابا جان؟'' ابو نے ان کی بے چینی کی وجہ پوچھی۔

''بس پاگل ہو گیا ہوں۔'' دادا جان نے کہا اور بستر پر جا کر لیٹ گئے۔

''ابا جان ناراض نہ ہوں، پلیز جلدی سے ڈاکٹر باسط کے پاس چلنے کی تیاری کریں، دیر ہو گئی تو آپ سے زیادہ دیر بیٹھا نہ جائے گا۔'' ابو نے زبردستی کی اور کچھ ہی دیر بعد وہ اسپتال میں تھے۔

ڈاکٹر باسط نے دادا ابا کا معائنہ کیا اور بہت مطمئن انداز میں بولے: ''ہاں افضال صاحب! آپ کے ابا جان کی تمام رپورٹس صحیح ہیں، پریشانی کی کوئی بات نہیں۔''

''ڈاکٹر صاحب! میں آپ سے تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' یکا یک دادا ابا نے مداخلت کی اور ابو کی طرف دیکھا۔ ابو کمرے سے باہر نکل گئے۔

پھر نہ جانے ڈاکٹر صاحب اور دادا ابا میں کیا سرگوشیاں ہوئیں، پھر کچھ ہی دیر بعد ابو، دادا ابا کو لے کر واپس گھر لوٹ آئے۔ ابو کے دل میں گہری تشویش تھی، مگر انھوں نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے ابا جان سے کُریدا جائے۔

گھر پہنچ کر دادا ابا نے نماز پڑھی اور کھانا کھا کر سو گئے۔

اگلا دن سب کے لیے بڑا حیران کن تھا، کیوں کہ دادا ابا مسلسل سوئے جا رہے تھے۔ اول تو ان کے کمرے میں کوئی جاتا نہ تھا، کیوں کہ اس مصروف زندگی میں کسی کے پاس بھی اتنا وقت نہیں تھا کہ کوئی ان کی دلجوئی کرتا اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر ان کے پاس بیٹھتا۔ امی کھانا بنا کر اپنی ڈیوٹی پوری کر دیتیں۔ باذل اسکول سے آتا تو ان کے کمرے میں کھانے کی ٹرے رکھ آتا۔ ناجیہ ہفتوں ان کے کمرے میں قدم نہ رکھتی، کیوں کہ پڑھائی، پڑھائی اور پڑھائی ہی اس کی زندگی کا مقصد تھا۔

سیما کو دادا ابا کی نصیحتوں سے سخت چڑ تھی، کیوں کہ کان میں لگا ہیڈ فون دادا ابا کو ذرا نہ بھاتا تھا۔ وہ اس کو اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کی تلقین کرتے تو وہ چڑ کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔ بیزار ہو کر دادا ابا خود ہی دو چار روز بعد ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ جاتے۔

ناشتے کی ٹرے بھی خالی نہ ہو پائی تھی اور اب دوپہر کا کھانا بھی ویسے ہی رکھا تھا۔ دادا ابا سوئے جا رہے تھے۔ بے حد اصرار پر صبح انھوں نے صرف ایک کپ چاے لی تھی۔

''دادا ابا کھانا کھالیں۔'' باذل نے اپنے ہاتھ سے دادا ابا کو ہلایا، مگر دادا ابا نے آنکھیں نہ کھولیں۔ اس نے دوڑ کر امی جان کو بتایا کہ دادا ابا تو آنکھیں ہی نہیں کھول رہے۔

امی بھی بھاگتی ہوئی آئیں، مگر یوں لگتا تھا کہ وہ تو گہری نیند میں ہیں۔

''باذل! ایسا کرو اپنے ابو کو فون کرو میں ذرا چولھے بند کر کے آتی ہوں۔'' امی کچن کی طرف گئیں اور اُلٹے قدموں لوٹ آئیں۔

ناجیہ اور سیما بھی اسکول سے لوٹ آئی تھیں۔ وہ سب دادا ابا کے کمرے میں تھے، مگر مجال ہے جو دادا ابا نے آنکھیں کھولی ہوں۔ ان کا سانس بھی معمول کے مطابق چل رہا تھا۔ بخار بھی نہ تھا، مگر پھر ان کی ایسی کیفیت کیوں تھی؟

کچھ ہی دیر بعد ابو ہانپتے کانپتے ڈاکٹر باسط کے ساتھ موجود تھے۔ تقریباً سب ہی پریشان تھے۔ سیما اور ناجیہ ان کے پیر دبا رہی تھیں۔ باذل سر پر ہاتھ رکھے دھیرے دھیرے مالش کر رہا تھا اور امی جان قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔

ڈاکٹر باسط نے ان کا چیک اپ کیا۔

''ان کو ہوا کیا ہے، یہ اس قدر گہری نیند میں کیوں ہیں؟'' امی نے ڈاکٹر باسط سے سوال کیا۔

''دراصل ان کی بیماری کا نام ہے ''دس منٹ''۔ ڈاکٹر باسط بولے۔

''دس منٹ'' بھلا یہ کون سی بیماری ہے۔'' سیما نے تشویش سے پوچھا۔

''جی ہاں، اس عمر میں یہ بیماری بہت عام ہے۔'' ڈاکٹر باسط نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو پھر اس کا علاج کیا ہے؟ ابو نے بے چینی سے پوچھا۔

''علاج بس یہی ہے کہ ہر دو گھنٹے بعد انھیں گھر کا کوئی فرد 'دس منٹ' دے۔''

''مگر کیسے؟'' ابو نے پوچھا۔

''وہ اس طرح کہ ہر دو گھنٹے بعد گھر کا کوئی بھی فرد دس منٹ ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرے، ان کی دل جوئی کرے اور ان کا دل بہلائے۔ یہ بیماری دوائیں کھانے سے، گلوکوز چڑھانے سے نہیں، بلکہ دس منٹ دینے سے جائے گی۔''

اور میرا خیال ہے کہ سب لوگ دس منٹ کی باریاں لگالیں تو یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے پھر ان کو ہر کھانا بھی پسند آئے گا اور چڑچڑاہٹ بھی دور ہو جائے گی۔''

ڈاکٹر باسط نے کہا اور دادا ابا کی طرف دیکھا۔ دادا ابا نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر ڈاکٹر باسط کو دیکھا۔ ابو نے کچھ مطمئن ہو کر کہا:

''بیگم! آج کے بعد سے سیما، ناجیہ، باذل اور میں ہر دو گھنٹے بعد دس منٹ ابا جان کے پاس ضرور بیٹھیں گے۔''

امی، سیما اور ناجیہ نے سر ہلایا۔

''کیوں نہیں ضرور بیٹھیں گے۔'' امی نے تائید کی اور ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھا۔

ابو نے کہا: ''میرے ابا جان کے دم سے میرے گھر میں رونق ہے۔ میری کمائی میں برکت ہے اور میرے دل میں سکون ہے۔''

اسی لمحے دادا ابا نے آنکھیں کھولیں۔ سب کو اپنے قریب دیکھ کر مسکرائے اور دھیرے دھیرے اُٹھ کر آرام کرسی پر بیٹھ گئے۔ سب کے قریب ہونے سے ان کے چہرے پر رونق آ گئی تھی اور وہ ڈاکٹر باسط کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، جنھوں نے ان کی تنہائی دور کرنے کا ایک بہت اچھا طریقہ بتا دیا تھا۔

☆☆☆

گُم شدہ شیروانی

انوار آس محمد

نام تو اُن کا مشتاق تھا، مگر خاندان بھر میں مُشی بھائی کے نام سے مشہور تھے۔ وہ ایک مہربان اور ہمدرد انسان تھے، سب کے کام آنے والے، انھوں نے ہر ایک کا دل جیت رکھا تھا۔ یہ اس دن کی بات ہے جب مُشی بھائی کی شادی تھی۔ وہ اپنی پسند سے سنہری شیروانی سلوا کر لائے تھے۔ اس وقت پریشانی یہ تھی کہ مُشی بھائی کی شیروانی گُم ہوگئی تھی اور کہیں بھی نہ مل رہی تھی۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ مُشی بھائی چاہتے تھے کہ برات وقت پر روانہ ہو جائے، لیکن یہاں تو یہ مشکل آن پڑی تھی۔

''سب میرے کمرے میں آ جاتے ہیں اور ہر چیز بکھیر دیتے ہیں، اسی لیے شیروانی گُم گئی۔'' مُشی بھائی نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے سنبھال کر رکھنی چاہیے تھی۔'' اُدھر سے دادا جی بولے۔

''دادا جی! شیروانی تو مُشی چاچا کے کمرے میں ہی تھی۔'' مُشی بھائی کے بھتیجے

بُرہان نے گواہی دی۔

''ہاں ہاں، میں نے بھی دیکھی تھی۔'' بھتیجی ربیعہ نے بھی تصدیق کی۔

''میں کب کہہ رہا ہوں کہ کمرے میں نہیں تھی۔'' مُشی بھائی نے کہا: ''سوال یہ ہے کہ اب شیروانی کہاں ہے؟''

سب کے چہروں سے پریشانی عیاں تھی۔ اسی دوران دادا جی کے موبائل پر گھنٹی بجی۔

دادا جی نے فون کان سے لگاتے ہوئے ''ہیلو'' کہا تو سب خاموش ہو گئے۔

''جی جی...... ہاں ہاں......ضرور ضرور...... ان شاء اللہ جی۔'' دادا جی نے بس اتنی بات کرنے کے بعد کال کاٹ دی۔ سب دادا جی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''مشتاق کے سسرال سے کال آئی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وقت پر برات لائیے گا۔'' دادا جی نے بتایا اور ان کے الفاظ نے جیسے بم پھاڑ دیا ہو۔ بس پھر کیا تھا، ایک بار پھر سب شیروانی کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اِدھر شور، اُدھر چیخ پکار، سب اپنی تیاری بھول کر مُشی بھائی کی شیروانی ڈھونڈنے لگے۔ اوپری حصے سے لے کر نچلی منزل تک سب کچھ کھنگال کر دیکھ لیا گیا، مگر شیروانی کو تو نہ ملنا تھا نہ ملی۔

''اب تو نئی شیروانی لے لیں چاچا!'' بُرہان نے کہا۔

''نہیں ملی تو یہی کرنا پڑے گا۔'' دادا جی نے کہا۔

''میں تو بارات لے کر ہی نہیں جاؤں گا۔ میں سب کے کام کرتا ہوں، پر سب سے بُرا میرے ساتھ ہی ہوتا ہے۔'' مُشی بھائی غصے میں آ چکے تھے۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ اب سب یہی چاہ رہے تھے کہ مُشی بھائی نزدیکی بازار سے کوئی دوسری شیروانی خرید کر لے آئیں، کیوں کہ سب کو تیار ہونا تھا اور اب کوئی بھی شیروانی کی تلاش میں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مُشی بھائی بھانپ چکے تھے کہ سب کیا چاہتے ہیں۔ وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولے: ''اب میں شیروانی نہیں لوں گا۔ بس کوئی اچھا سا کُرتا شلوار لے آتا ہوں۔''

''ارے، یہ کیا بات ہوئی! آپ شیروانی ہی لے کر آئیں، ورنہ مزہ نہیں آئے

گا۔'' مُشی بھائی کی بھابی عمارہ نے کہا۔

''بس اب دل نہیں چاہ رہا شیروانی پہننے کا۔'' مُشی بھائی نے کہا۔

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اب جو کرنا ہے جلدی کرو، وقت ضائع ہو رہا ہے۔'' دادا جی نے حکم دیا۔

''شیروانی آخر گئی کہاں! یہ تو اب شادی کے بعد ہی پتا چلے گا۔ ٹھیک ہے لے آتا ہوں قمیص شلوار۔'' مُشی بھائی نے کہا۔

''جنید گاڑی سجانے لے کر گیا ہوا ہے، وہ آ جائے تو اس کے ساتھ چلے جائیے گا۔'' عمارہ بھابی نے جیسے ہی جملہ مکمل کیا، گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔

''لو جنید آ گیا۔'' ایک ساتھ سب کے منہ سے نکلا۔ بس پھر اگلے ہی لمحے مُشی بھائی کی منہ بولی بہن ماہ نور مسکراتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی۔ سب کو سلام کرنے کے بعد ماہ نور نے کہا: ''مُشی بھائی ماشاء اللہ سے آپ کی شیروانی بہت خوب صورت ہے۔''

''ہائیں! تم نے کہاں دیکھ لی شیروانی؟ وہ تو گُم گئی ہے۔'' مُشی بھائی نے کہا۔

''کیا بات کرتے ہیں مُشی بھائی! وہ تو کار میں رکھی ہوئی ہے۔'' ماہ نور نے بتایا۔

کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے کیسے ہو رہا ہے۔ اسی وقت جنید اندر گھر میں داخل ہوا اور بولا: ''آپ کی شیروانی میں غلطی سے اپنی سمجھ کر لے گیا تھا۔ اصل میں مجھے اپنی شیروانی پر استری کروانی تھی۔''

''اسی لیے کہا تھا کہ ملتی جلتی شیروانی مت لو اور مجھے بتا تو دیتے۔'' مُشی بھائی نے کہا۔ ان کے چہرے پر غصے کے ساتھ اطمینان بھی تھا۔

''مجھے وقت ہی نہیں ملا، گاڑی سجانے والے نے اچانک بلا لیا تھا۔'' جنید نے صفائی پیش کی۔

''چلو بھائی شیروانی تو مل گئی نا، اللہ کا شکر ادا کرو۔'' دادا جی نے کہا۔

سب لوگوں نے سکون کا سانس لیا، سب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور برات لے کر جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی ؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ بامقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحہ پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ ''کیا یہ چھپ جائے گی؟'' ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کے باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم در یچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلاعنوان کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ اشاعت سے معذرت میں صرف کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد
مجاہد الرحمٰن، کراچی
ثمینہ فیاض، کراچی
عائشہ الہٰ دین، حیدر آباد
مدیحہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ
کلثوم عدنان، کراچی
زینب ناصر، فیصل آباد

نعتِ رسولِ مقبولؐ

شاعر : ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

پیارے آقاؐ کے جو پیروکار ہیں
نشۂ اُلفت سے وہ سرشار ہیں
حیدرؓ و عثمانؓ و فاروقؓ و عتیقؓ
انؐ کے گلشن کے گلِ بے خار ہیں
دشمنوں پر بھی رہا لطف و کرم
آپؐ ایسے صاحبِ کردار ہیں
حلم اور نرمی ہے سنت آپؐ کی
آپؐ سرتا پا وفا ہیں، پیار ہیں
حکمت و دانائی سے بھرپور ہیں
انؐ کے جو اقوال اور افکار ہیں
جان و دل تک مصطفیٰؐ پر وار دیں
ہم تو اس درجے کے تابعدار ہیں
آپؐ کی مدحت میں جو لکھے گئے
قدر کے لائق وہ سب اشعار ہیں
ارسلاںؔ تم ان کی صحبت میں رہو
دشمنانِ دیں سے جو بیزار ہیں

۱۴-اگست ہماری شان

ثمینہ فیاض، کراچی

گھر میں داخل ہوتے ہی فاخر نے سلام کیا اور تھکے ہوئے انداز میں سوفے پر لیٹ گیا۔

''کیوں بھئی! آج ایسا کیا ہو گیا جو تم اتنا تھک گئے ہو؟''

''سارا دن بس اسکول میں جھنڈیاں ہی اُتارتے رہے۔ ۱۴۔اگست تو گزر چکی ہے پھر خواہ مخواہ اتنی محنت کروائی۔ بارش، دھوپ اور ہوا سے خود ہی پھٹ کر ختم ہو جائیں گی۔''

''تم جس چیز کا ذکر کر رہے ہو وہ کوئی غیر اہم کاغذ نہیں، بلکہ پاکستان کا پرچم ہے۔ وہی پرچم جو ایک آزاد مملکت کی نشانی ہوتا ہے۔ بیٹا! پاکستان کا مطلب ہے، وہ جگہ جو ہر قسم کی بُرائی سے پاک ہو۔ ہمارے پاس دنیا کی بہترین فوج ہے، جو ان ملک دشمنوں سے اندرونی اور بیرونی بُرائی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ہر طرح کے معدنیات کوئلا، جپسم، سنگِ مرمر، نمک کی کان، کپاس، گندم کی فصلیں اور دریا جن میں دنیا کی بہترین مچھلی پائی جاتی ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی ایورسٹ اور کے ٹو موجود ہے۔ اگر ہم خود ہی اس ملک کی چیزوں کی عزت نہیں کریں گے تو باہر والے بھی ہمارے پرچم کا احترام نہیں کریں گے، اس لیے سب سے پہلے ہمیں خود اپنے پرچم اور اس ملک کی عزت کو بلند رکھنا ہوگا۔''

''جی امی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ آج جب ہم لوگ اسکول سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں اک کاغذ چننے والا لڑکا نظر آیا۔ وہ جگہ جگہ بیٹھ کر صرف جھنڈیاں جمع کر رہا تھا۔ ہم نے دیکھا وہ ہر جھنڈی کو اُٹھاتا چومتا اور اپنے کپڑے کے تھیلے میں رکھ لیتا۔ جب ہم نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ میرے وطن کا پرچم ہے۔ اس کو عزت و احترام دے کر دل کو سکون ملتا ہے۔ میں ان لوگوں سے کہیں بہتر ہوں جو بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں پڑھ کر اس ملک کے بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھے ہیں اور رشوت لے رہے ہیں۔ میں سارا دن سڑکوں پر پیدل چلتا ہوں اور راہ میں پڑی ہوئی چیزوں کو کنارے کر دیتا ہوں اور گلی کوچوں میں پڑے ہوئے کاغذ اُٹھاتا ہوں اور سنبھال کر

اپنے تھیلے میں ڈال دیتا ہوں۔ سڑک پر چلتے راستے بھر میں پاکستان کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہوں، جب کہ بڑی بڑی گاڑیوں والے لوگ جو پاکستان سے بہت کچھ حاصل کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں، اپنی بڑی بڑی گاڑیوں سے کچرا پھینک کر پاکستان کو گندہ کرتے ہیں۔''

''بیٹا! وہ بچہ کتنا سمجھ دار ہے۔ کل جب اسکول جانا تو اسے راستے میں اپنے گھر کا پتا دے دینا اور اس سے کہنا کہ میری امی تمھاری تعلیم کا خرچ بھی دیں گی اور تمھاری آمدنی کے مطابق اخراجات بھی اُٹھائیں گی۔ ایسے بچوں کو پاکستان کے لیے ضرور پڑھانا چاہیے، تا کہ بڑے ہو کر اپنی اچھی سوچ سے پاکستان میں بہت ترقی کر سکیں۔ اس پرچم کا احترام ایسے کرو جیسے کسی قابلِ احترام چیز کا کرنا چاہیے اگر آپ جھنڈیاں نہیں اُتارتے تو وہ پھٹ کر آپ کے اور دوسروں کے پیروں میں مسل جاتیں، جس سے ہمارے پرچم کی بے حرمتی ہوتی اور یہ ناشکری ہے۔ ناشکری اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ دعا ہے کہ ہم ہر سال ۱۴۔ اگست پر ایسے ہی اپنے وطن کو سجاتے رہیں اور اس کو خوب ترقی دیں، کیوں کہ ۱۴۔اگست ہماری آزادی اور سالگرہ کا دن ہے۔

دوستی

مدیحہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ

ایک جنگل میں بندر، گلہری، خرگوش اور شتر مرغ مل جل کر رہتے تھے اور آپس میں دوست تھے۔ وہاں درندے اور خوف ناک جانور نہیں رہتے تھے، بندر، گلہری، خرگوش اور شتر مرغ کی آپس کی دوستی نے جنگل کی فضا بہت خوب صورت بنا دی تھی۔ سارے دوست اپنا کام ختم کر کے ایک جگہ جمع ہو جاتے اور دن بھر کی باتیں کیا کرتے۔

جنگل کے قریب ہی انسانوں کی بستی تھی، جہاں دو بچے امجد اور شاہد رہتے تھے۔ وہ

دونوں بہت اچھے دوست تھے، لیکن دونوں بہت شریر تھے۔ وہ اکثر اس جنگل میں آتے اور گلہری کا غلیل سے نشانہ لیتے۔ وہ بے چاری درختوں میں چھپتی پھرتی اور ان دونوں سے بہت ڈرتی تھی۔ پھر خرگوش کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگتے۔ خرگوش دوڑ لگاتا اور ان کی نظروں سے اُوجھل ہو جاتا تو ڈر کے مارے کانپتا رہتا تھا۔ امجد اور شاہد شتر مرغ کو بھی پریشان کرتے تھے اور اس کے انڈے توڑ دیتے تھے۔ بندر کی دُم کھینچ لیتے اور اسے غلیل سے پتھر مارتے، مگر بندر بہت شریف اور رحم دل تھا۔ وہ جواب میں کچھ نہ کہتا۔ سارا دن کام کاج اور خوراک کی تلاش کے بعد شام کو بندر، گلہری، خرگوش اور شتر مرغ اکٹھے ہوتے تو اکثر انھی دو شریر بچوں کی باتیں کرتے۔

گلہری بتاتی کہ کبھی کبھی خوراک کی تلاش میں وہ آبادی کی طرف نکل جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ دونوں بچے بستہ گلے میں لٹکائے اسکول جا رہے ہیں۔

خرگوش کہتا کہ اسکول میں اچھی اچھی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جانوروں کو تنگ کرنا بُری بات ہے۔ جانور بے زبان ہوتے ہیں۔ یہ بچے جو اتنے پیارے لگتے ہیں ہمیں کیوں تنگ کرتے ہیں۔

چاروں دوست سوچ میں پڑ گئے کہ اسکول جانے والے اتنے اچھے بچے اتنا بُرا کام کیوں کرتے ہیں۔

ایک دن جب امجد اور شاہد نے شتر مرغ کے انڈے توڑ دیے تو شتر مرغ بہت رویا۔ اس پر نیک دل بندر کہنے لگا: ''میں آبادی کی طرف جاتا ہوں اور امجد اور شاہد کو سمجھاتا ہوں کہ آیندہ وہ مجھے اور میری دوستوں کو تنگ نہ کریں۔ آخر ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟''

یہ کہہ کر وہ آبادی کی طرف چل دیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور گیا تھا کہ وہ دونوں اس طرف آتے دکھائی دیے، وہ آپس میں زور سے

باتیں کر رہے تھے: ''آج ہم خوب بیر توڑیں گے اور بندر کی دُم پکڑ کر اسے درخت سے باندھیں گے اور خرگوش کے کان کھینچیں گے۔''

یہ سن کر بندر کو بہت غصہ آیا۔ اس نے چلّا کر کہا: ''آخر ہم نے کیا کیا ہے جو تم لوگ ہمیں سکون سے نہیں رہنے دیتے؟''

یہ سنتے ہی امجد نے غلیل تان لی اور بندر پر اتنی زور سے نشانہ مارا کہ وہ زخمی ہو گیا اور جنگل کی طرف بھاگ نکلا اور سارے دوستوں کو یہ بات بتائی۔ سب کو بہت افسوس ہوا اور ڈر کے بیٹھ گئے۔

امجد اور شاہد کے آنے کا وقت ہو گیا، لیکن نہ کوئی شور نہ ہنگامہ اور نہ غلیل سے پتھر پھینکنے کی سائیں سائیں کچھ بھی نہیں تھا بس ایک سناٹا تھا۔

بندر اپنے گھر سے نکلا اور شتر مرغ کے گھر جا کر کہنے لگا: ''دوست! باہر آ جاؤ۔ شاید آج ان دونوں بچوں نے شرارت سے توبہ کر لی ہے آج ہم مل کر بیٹھ سکتے ہیں اور بے خوف و خطر اپنی خوراک بھی تلاش کر سکتے ہیں۔'' پھر وہ گلہری اور خرگوش کو بھی ان کے گھروں سے نکال لائے۔ سب الگ الگ اپنی خوراک تلاش کرنے لگے۔ بندر ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑنے لگا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ درخت کے نیچے شاہد لیٹا ہے اور امجد بیٹھا رو رہا ہے۔ بندر بھاگا ہوا آیا امجد کو دیکھ کر رحم دل بندر ساری شکایتیں بھول گیا اور بولا: ''دوست! تم کیوں رو رہے ہو؟''

امجد بولا: ''شاہد بیر توڑنے درخت پر چڑھا تھا، مگر پیر پھسلنے سے گر گیا۔ اس کے سر سے بہت خون بہ گیا اور یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔''

بندر بولا: ''تم فکر نہ کرو، میں شاہد کو اپنی پیٹھ پر لادتا ہوں تم بھی میرے ساتھ آؤ۔'' یہ کہہ کر بندر نے شاہد کو پیٹھ پر لادا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ امجد دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں بندر ان کی شرارتوں کا بدلہ نہ لے،

مگر ساتھ ساتھ چلتا بھی گیا، کیوں کہ شاہد بے ہوش تھا۔ وہ اس کو لے کر آبادی کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ آبادی دور نہیں تو نزدیک بھی نہیں تھی۔ گھر جا کر بندر نے جلدی جلدی اپنے دوستوں کو بلایا۔ گلہری کہیں سے بہت ساری روئی اور کپڑا لے آئی جس سے بندر نے شاہد کے زخم صاف کیے۔ خرگوش نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے شاہد کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور اپنے لمبے لمبے کانوں سے ہوا دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد شاہد کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں، مگر نقاہت کی وجہ سے وہ اُٹھ نہیں سکتا تھا، کیوں کہ اسکول سے آ کر اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اور چوٹ کی وجہ سے خون بھی خاصا بہ گیا تھا۔ اس لیے بہت کم زوری محسوس ہو رہی تھی۔ اسے ہوش میں آتا دیکھ کر شتر مرغ بھاگ کر اپنے گھر سے انڈے لے آیا، گلہری دوڑ کر کچھ اخروٹ لے آئی اور وہ توڑ توڑ کر اسے کھلا رہی تھی۔ بندر کے پاس پھل رکھے تھے جو وہ اسے کھلا رہا تھا۔ اب شاہد کی کم زوری ختم ہونے لگی اور وہ اُٹھ کے بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دوست امجد کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ سختی سے بند کر رکھے تھے۔

شاہد نے اس سے پوچھا: ''بھائی امجد! تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟''

امجد نے ہاتھ کھولے تو اس میں غلیل تھی جسے دیکھ کر سب جانور ڈر گئے۔ امجد نے غلیل بندر کے ہاتھ میں پکڑا دی اور کہا: ''رحم دل بندر! تم اور تمھارے دوست بہت اچھے ہیں۔ اب میں کبھی غلیل کا استعمال نہیں کروں گا اور کبھی تم لوگوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ لو تم اس غلیل کو پھینک دینا۔''

شاہد نے بھی شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا اور بولا: ''پیارے اور معصوم دوستو! ہم دونوں کو معاف کر دو۔ ہم بھول گئے تھے کہ دوسروں کو تنگ کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس گناہ کی سزا

ضرور ملتی ہے۔ مجھے سزا مل چکی ہے، مگر میں توبہ کرتا ہوں۔''

بندر ناچنے لگا، گلہری گانے لگی، خرگوش قلقاریاں مارنے لگا اور شتر مرغ اپنی لمبی چونچ نیچے اوپر کر کے خوشی کا اظہار کرنے لگا اور پھر سارے جانور کہنے لگے: ''اگر یہی بات ہے تو آپ دونوں ہم سے ہاتھ ملائیے اور آج سے آپ دونوں بھی ہمارے دوست ہیں۔'' امجد اور شاہد نے مسکرا کر ان سب سے ہاتھ ملایا اور اس دن کے بعد سے امجد اور شاہد بندر، گلہری، خرگوش اور شتر مرغ آپس میں دوست بن گئے۔

شکر و احسان

مجاہد الرحمٰن، کراچی

سہیل گھر کے اندر داخل ہوا تو اس نے کہا: ''امی! بہت بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کو دے دیں، آج کیا پکا ہوا ہے؟''

امی نے جواب دیا: ''آلو ٹماٹر۔''

سہیل غصے سے بولا: ''آپ ہی کھایا کریں یہ دال، سبزی، مجھ سے نہیں کھائی جاتی۔'' یہ کہہ کر سہیل اپنے کمرے میں سونے چلا گیا۔

''امی! بہت زور کی بھوک لگی ہے۔ کچھ کھانے کو دے دیں۔'' سہیل بولا۔

''بیٹا! گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے۔'' امی نے جواب دیا: ''میں نے خود دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔''

''اچھا پھر پانی ہی دے دیں۔''

امی نے گدلا پانی دے دیا اور کہا: ''بیٹا! یہی پانی ہے۔''

سہیل نے گلاس منہ سے لگایا تو اسے فوراً قے ہو گئی۔

''امی...... امی!'' سہیل چیخا اور بولا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں کھانے کو نہیں ہے اور پینے کے لیے صرف گدلا پانی ہے۔''

امی اسے سمجھانے والے انداز میں بولیں: ''بیٹا! تمھیں یہ خواب اللہ تعالیٰ نے

دکھایا ہے، کیوں کہ تم اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ہمیں تو اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتیں حاصل ہیں۔ دنیا میں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جنھیں کھانے کو کچھ میسر نہیں، لہٰذا گھر میں جو پکا کرے اسے کھا کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔''

سہیل نے جب اپنا سر اوپر اُٹھایا تو امی نے دیکھا کہ سہیل کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے۔

کتب خانوں کی اہمیت

عائشہ اللہ دین، حیدر آباد

کتب خانے ہر شہر کی آنکھ کا تارا ہوتے ہیں۔ سندھ کو پہلے کتب خانوں کا ایک بڑا مرکز مانا جاتا تھا، لیکن اب ان کتاب خانوں کی جگہ بڑی بڑی لائبریریاں ہیں۔ ان لائبریریوں میں اب بھی قیمتی اور نادر کتابیں موجود ہیں۔ کتب خانوں میں علم کی روشنی ملتی ہے اور علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے ذوق و خواہش کے مطابق ان کتابوں سے استفادہ کر سکتا ہے۔ کتاب خانوں میں ہم مختلف قسم کی کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً کھانا پکانا، بچوں کی کہانیاں، سائنسی، تاریخی اور مذہبی کتابیں۔ ضروری ہے کہ اب زیادہ سے زیادہ کتب خانے بنائے جائیں، جہاں لوگ کتابیں پڑھیں، کیوں کہ اسی میں ہمارے ملک کی بھلائی ہے۔

مرغیوں کا ڈاکٹر

کلثوم عدنان، کراچی

ایک بلی مرغیاں کھانے کی بہت شوقین تھی۔ جہاں اسے مرغی نظر آ جاتی وہ لپک کر اسے ہڑپ کرنے کی فکر میں پڑ جاتی۔ مرغیاں بھی بلی کی عادت سے خوب واقف تھیں۔ جب بلی کو دیکھتیں بھاگ کر چھپ جاتیں۔ بلی پریشان ہوگئی۔ اب اسے کوئی مرغی نظر بھی نہ آتی۔

ایک دن بلی اس غم میں بیٹھی تھی کہ کس

طرح مرغی کو پکڑ کر اپنی بھوک مٹائے کہ لومڑی اُدھر نکل آئی اور اس نے پوچھا: ''تم اتنی پریشان کیوں ہو؟''

بلی بولی: ''اب مرغیاں بہت چالاک ہوگئی ہیں۔ مجھے دور سے دیکھ کر چھپ جاتی ہیں۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی جس پر عمل کر کے مرغیوں کو بے وقوف بناؤں اور مزے سے ان کا گوشت اُڑاؤں۔''

لومڑی بولی: ''ارے اتنی سی بات ہے، قریبی گاؤں میں بہت ساری مرغیاں ایک باڑے میں رہتی ہیں۔ وہ ان دنوں بیمار ہیں۔ تم ڈاکٹر بن جاؤ۔ وہ دروازہ کھول دیں گی اور تم اطمینان سے خوب ڈٹ کر مرغیوں کے گوشت سے پیٹ بھر لینا۔''

بلی نے لومڑی کا شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر کا لباس پہنا۔ ڈاکٹر کے آلات ہاتھوں میں تھامے اور اس باڑے پر جا پہنچی، جہاں مرغیاں بیمار تھیں۔ بلی نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی: ''کون ہے؟''

بلی نے آواز بنا کر کہا: ''میں ڈاکٹر ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بیمار ہو۔ میں تمھارا علاج کرنے آئی ہوں۔''

مرغیاں اس کی آواز پہچان گئیں اور انھوں نے مل کر کہا: ''ہم بیمار ہیں یہ بات درست ہے، مگر ہماری بیماری اسی وقت ختم ہوجائے گی جب تم یہاں سے چلی جاؤ گی۔'' بلی اپنا سا منہ لے کر رہ گئی اور مایوس ہو کر لوٹ گئی۔

جھوٹ کی سزا

زینب ناصر، فیصل آباد

ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو شخص جھوٹ بولتے ہوئے پکڑا گیا، اس کو پانچ دینار جرمانہ ہوگا۔ لوگ ایک دوسرے کے سامنے کچھ بولنے سے بھی ڈرنے لگے کہ اگر جھوٹ بولتے پکڑے گئے تو جرمانہ نہ ہوجائے۔ اُدھر بادشاہ اور وزیر بھی بھیس

بدل کر شہر میں پھرنے لگے۔ جب تھک گئے تو آرام کی غرض سے ایک تاجر کے پاس ٹھہرے، اس نے دونوں کو چائے پلائی۔ بادشاہ نے تاجر سے پوچھا: ''تمھاری عمر کتنی ہے؟''

تاجر نے کہا: ''۲۰ سال۔''

تمھارے پاس کتنی دولت ہے؟''

تاجر نے کہا: ''۷۰ ہزار دینار۔''

بادشاہ پوچھا: ''تمھارے بچے کتنے ہیں؟''

تاجر نے جواب دیا: ''ایک۔''

واپس آکر انھوں نے سرکاری دفتر میں تاجر کے متعلق جانچ پڑتال کی تو اس کے بیان سے مختلف تھی، بادشاہ نے تاجر کو دربار میں طلب کیا اور وہی تین سوالات دہرائے۔ تاجر نے وہی جوابات دیے۔

بادشاہ نے وزیر سے کہا: ''اس پر پندرہ دینار جرمانہ عائد کردو اور سرکاری خزانے میں جمع کروادو، کیوں کہ اس نے تین جھوٹ بولے ہیں، سرکاری کاغذات میں اس کی عمر ۳۵ سال ہے اور اس کے پاس ۷۰ ہزار دینار سے زائد رقم ہے اور اس کے پانچ لڑکے ہیں۔''

تاجر نے کہا: ''زندگی ۲۰ سال ہی نیکی وایمان داری سے گزاری ہے، اسی کو میں اپنی عمر سمجھتا ہوں۔ زندگی میں ۷۰ ہزار دینار میں نے ایک مسجد کی تعمیر میں خرچ کیے، اس کو میں اپنی دولت سمجھتا ہوں اور چار بچے نالائق ہیں، ایک بچہ اچھا ہے، اسی کو میں اپنا بچہ سمجھتا ہوں۔''

یہ سن کر بادشاہ نے جرمانے کا حکم واپس لے لیا اور تاجر سے کہا: ''ہم تمھارے جواب سے خوش ہیں۔ وقت وہی شمار کرنے کے قابل ہے، جو نیک کاموں میں گزرے۔ دولت وہی قابل اعتبار ہے، جو راہِ خدا میں خرچ ہو اور اولاد وہی ہے، جس کی عادتیں نیک ہوں۔''

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ جون ۲۰۱۵ء کے بارے میں ہیں

● شہید حکیم محمد سعید کی یادگار تحریریں امام غزالی اور سبق آموز مثال بہت ہی اجواب اور بہترین تھیں۔ معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن) بہت اچھی تھی۔ ڈولفن (محمد حسنات حمید) بھی ایک معلوماتی اور پیاری تحریر تھی۔ منہ بولی بیٹی (حبیب اشرف صبوحی) تاریخی کہانی تھی اور اسے بہت اچھے انداز سے پیش کیا گیا تھا۔ چھینک کی دہشت (ثمینہ پروین) بہت ہی دل چسپ اور عمدہ کہانی تھی۔ تصویر کی تعبیر (جدون ادیب)، میرا بھائی (محمد شاہد حفیظ)، میرو زا اقبال (مسعود احمد برکاتی) اور عقاب (تمثیلہ زاہد) بھی اچھی کاوشیں تھیں۔ اشتیاق احمد صاحب کا ناول ''آخری اُمید'' بہت ہی زبردست اور عمدہ تھا۔ **کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری، کراچی۔**

● نونہال کا سال نامہ پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ آپ اس کے لیے بہت محنت کرتے ہیں۔ آپ ہی کی محنت کی وجہ سے یہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ **لیلیٰ جلیل الرحمان یوسف زئی، نوشہرہ۔**

● جون کا خاص نمبر لاجواب تھا اور میرے سلام کا جواب دینا۔ انکل! پلیز۔ **محمد عاصم شیراز چوہان راجپوت، حیدرآباد۔**

> وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم کی دولت سے مالا مال کرے۔

● اشتیاق احمد کا ناول ہمیشہ کی طرح سپرہٹ رہا۔ بلاعنوان کہانی کچھ اچھی نہ تھی۔ کہانیوں میں ویسے تو تمام کہانیاں اچھی تھیں، مگر شکار (نسیمہ قاسمی برکاتی)، چھینک کی دہشت (ثمینہ پروین) اور ڈھنڈورا (وقار محسن) قابلِ تعریف کہانیوں میں سرِ فہرست ہیں۔ تمام سلسلے بھی اچھے تھے۔ سرورق بھی زبردست تھا۔ **سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن، کراچی۔**

● کہانیوں میں زیور، ڈھنڈورا، شکار، ننھا مجرم، موتا کا گاؤں، چھینک کی دہشت، بلاعنوان کہانی، شیخی باز اچھی لگیں، لیکن تصویر کی تعبیر پڑھ کر تو ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بہت ہی زبردست کہانی تھی۔ نظموں میں پانی، جاں باز سپاہی، چاہت کی سرزمین، ماہِ رمضان کی آمد اچھی تھیں۔ **آمنہ، عائشہ، سعیہ، ہانیہ، کراچی۔**

● خاص نمبر ہماری توقعات سے بڑھ کر شان دار ثابت ہوا۔ یہ شمارہ سپرہٹ تھا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر ڈھنڈورا، ننھا مجرم، آخری امید، تمھاری نانی، چھینک کی دہشت اور میرا بھائی۔ دوسرے نمبر پر زیور، سازش، موتا کا گاؤں، سیانا کوا، بلاعنوان کہانی اور گھوڑی کا تحفہ، جب کہ تیسرے نمبر پر پھنسا اور میں، منہ بولی بیٹی، شکار، شیخی باز، پری کی ہمدردی، تصویر کی تعبیر اور دریائے وائی کی جل پری تھیں۔ مسعود احمد برکاتی، شہید حکیم محمد سعید اور محترمہ سعدیہ راشد سب ہی کے مضامین لاجواب اور سبق آموز تھے۔ **عرشیہ نوید حسنات، کراچی۔**

● ہمدرد نونہال واقعی نونہالوں کا ہمدرد ہے۔ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک ہر چیز بامعنی ہے اور خاص نمبر تو واقعی خاص ہے، پڑھ کر مزہ آ جاتا ہے۔ شہید حکیم محمد سعید کی جاگو جگاؤ ان کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ مسعود احمد برکاتی کی پہلی بات ہمیشہ کچھ نہ کچھ سکھاتی ہے۔ روشن خیالات اچھی زندگی گزارنے کے لیے بہترین نصیحتوں کا خزانہ ہوتے ہیں۔ علم دریچے پڑھ کر دماغ کو تقویت ملتی ہے۔ ہنسی گھر پڑھ کر اپنے سارے غم بھول جاتے ہیں۔ نونہال مصور کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی ہر نونہال اپنے طریقے سے پوری کوشش کر رہا ہے۔ معلومات افزا کے سوالات سے علم مزید بڑھ جاتا ہے۔ ہر کہانی اپنی جگہ مزے دار ہوتی ہے۔ نونہال ادیب پڑھ کر مزہ آتا ہے۔ ہنسو کلیا سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ نونہال لغت ایک ایسی چیز ہے جس میں ہمیں ہر لفظ کے معنی مل جاتے ہیں۔ **اعراف نعیم الدین انصاری، کراچی۔**

● جون کا خاص نمبر لاجواب تھا۔ بہت دنوں سے میں اس شمارے کی منتظر تھی۔ یہ شمارہ جاذبِ نظر تھا۔ تمام کہانیاں ناقابلِ فراموش تھیں۔ اشتیاق احمد کا دیدہ زیب ناول آخری امید اچھا لگا۔ تمام کہانیاں قابلِ تعریف اور معلومات سے بھرپور تھیں۔ بیت بازی نے تو ہمیشہ کی طرح نونہال میں چار چاند لگا دیے۔ ہنسی گھر پڑھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ انکل! میں کتاب پیاری سی پہاڑی لڑکی منگوانا چاہتی ہوں۔ منگوانے کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ اور نونہال مصور کے لیے تصویر میں پینسل کلر کریں یا واٹر کلر یا پینٹ کلر بھی کر سکتے ہیں؟ **اشمل عبدالجبار، جگہ نامعلوم۔**

> ''پیاری سی پہاڑی لڑکی'' کے لیے ۶۵ روپے کا منی آرڈر بھیجیں۔ گہرے رنگ کے واٹر کلر استعمال کر سکتی ہیں۔

● خاص نمبر کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص طور پر چھینک کی دہشت، موتا کا گاؤں، شکار، زیور بہت اچھی تھیں۔ اشتیاق احمد کا ناول شان دار تھا۔ نظموں میں ماہِ رمضان کی

آمد، ہمدرد نونہال، ایک کہانی اور سنا دو، گدھا، وطن کا سپاہی بہت اچھی تھیں ۔ ہنسی گھر کچھ اتنے خاص نہیں لگے ۔ **حذیفہ احمد، کراچی ۔**

● خاص نمبر کے ساتھ کہانیوں کی کتاب اور خاص نمبر میں بھی اتنی تجسس بھری کہانیاں تھیں ۔ اشتیاق احمد کا ناول '' آخری امید '' بہت مزے کا تھا ۔ کہانیوں کی کتاب میں '' پراسرار غار '' تجسس سے بھرپور تھا ۔ سرورق کی تصویر دیکھ کر ہی لگتا تھا کہ یہ ایک بہادر، ذہین اور ہمت والی لڑکی ہوگی ۔ خاص نمبر بہت ہی معلوماتی اور تجسس سے بھرپور کہانیوں والا تھا ۔ **بی بی ہاجرہ، ہری پور ۔**

● پھولوں کی شہزادی پڑھ کر پودے لگانے کا جذبہ اُبھرتا ہے ۔ انکل ! کیا ہم کتابوں کی رقم خط میں رکھ کر بھیج سکتے ہیں ؟ **آمنہ غفار، اسلام آباد ۔**

نہیں بیٹی ! رقم خط میں بھیجنے کی اجازت نہیں ہے ۔ ویسے بھی لفافے میں رقم محفوظ نہیں ہوگی ۔ رقم منی آرڈر ہی سے بھیجنا چاہیے ۔

● خاص نمبر میں شروع سے لے کر آخر تک ہر لفظ موتیوں کی طرح تھا ۔ **محمد شہیر یاسر، راولپنڈی ۔**

● تمام کہانیاں اور نظمیں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں ۔ لطائف بھی بہت پسند آئے ۔ اشتیاق احمد کا ناول آخری امید بھی مزے دار تھا ۔ **نامیہ خالد بٹ، حافظہ انشراح خالد بٹ، لاہور ۔**

● جاگو جگاؤ اور پہلی بات سے پڑھی تو بہت مزا آیا ۔ کہانیوں میں موٹا کا گاؤں، گھوڑی کا تحفہ اور اشتیاق احمد کا آخری امید (ناول) نے مجھے بہت متاثر کیا ۔ **معصوم اقبال، ماہ پارہ اقبال، مدثر اقبال، گوادر ۔**

● خاص نمبر کی کہانیوں میں پہلے نمبر پر زیور، دوسرے نمبر پر شیخی باز اور تیسرے نمبر پر گھوڑی کا تحفہ تھیں ۔ شکار، منہ بولی بیٹی، موٹا کا گاؤں، چھینک کی دہشت، تمھاری نانی، پری کی ہمدردی، میرا بھائی اور دریا ئے والی کی جل پری اچھی اور سبق آموز تھیں ۔ ناول آخری امید بھی بہت پسند آیا ۔ مضامین میں جاگو جگاؤ، پہلی بات، ذولفین مچھلی، فاختہ ۔ امن کی پیامبر اور سبق آموز مثال تو واقعی سبق آموز تھی ۔ نظموں میں جان باز سپاہی، ایک کہانی اور سنا دو، گدھا اور وطن کا سپاہی اچھی تھیں ۔ سرورق کی تصویر پر بچی معصوم اور پیاری تھی ۔ **زبیرہ، نامعہ، عالیہ، عافیہ، آسیہ، مزہیرہ، کراچی ۔**

● سرورق کچھ خاص نہیں تھا ۔ اس مرتبہ ناول بہت ہی پسند آیا ۔ کہانیوں میں چھینک کی دہشت، گھوڑی کا تحفہ، بھینسا اور میں بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں ۔ **محمد ابراہیم احمرانی، سانگھڑ ۔**

● کہانیاں بہت ہی زبردست تھیں اس بار روشن خیال بہت اچھے تھے ۔ بیت بازی میرا پسندیدہ سلسلہ ہے ۔ لطیفے بہت اچھے لگے ۔ **ذیشان آرفین، حیدر آباد ۔**

● ہر تحریر اپنے اندر ایسی خصوصیت اور دل چسپی لیے ہوئے تھی کہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس کس کی تعریف کی جائے ۔ پورا شمارہ پڑھ کر آپ کی انتھک محنت کا اندازہ ہوا تو ہمارے دل سے آپ کی صحت کے لیے خوب دعائیں نکلیں ۔ **کرن حسین، اسد علی، فہد فدا حسین، لانڈھی، کراچی ۔**

● خاص نمبر واقعی بہت خاص تھا ۔ کسی ایک تحریر کی تعریف کرنا باقی تحریروں کے ساتھ ناانصافی ہوگی ۔ خاص نمبر کا تحفہ بھی شان دار تھا ۔ کہانی تصویر اور اس کی تعبیر بہت شاندار تحریر تھی ۔ باقی کہانیوں میں زیور، شکار، موٹا کا گاؤں، چھینک کی دہشت، بلاعنوان، سیانا کوا زبردست تھیں ۔ نونہال مصور پورے رسالے کی جان تھا ۔ **سید اویس عظیم علی، کراچی ۔**

● خاص نمبر ہمیشہ کی طرح زبردست تھا ۔ کہانیوں میں ڈھنڈورا، گھوڑی کا تحفہ، موٹا کا گاؤں اور سازش ٹاپ پر تھیں ۔ سیانا کوا اور زیور سبق آموز تحریریں تھیں ۔ **سیدہ منیبہ عظیم علی، کراچی ۔**

● خاص نمبر بہت زبردست تھا ۔ ناول آخری امید نے تو اس کو چار چاند لگا دیے ۔ زیور، چھینک کی دہشت اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت اچھی تحریریں تھیں ۔ ان کے علاوہ ڈھنڈورا، ننھا مجرم، تصویر کی تعبیر، میرا بھائی بھی بہت پسند آئیں ۔ نونہال ادیب کے صفحات میں زندگی کا سودا بہت اچھی تحریر تھی ۔ نظموں میں سب سے اچھی نظم چاہت کی سر زمین لگی ۔ **عائشہ الیاس، کراچی ۔**

● خاص نمبر ہمیشہ کی طرح خاص تھا ۔ سرورق کی تصویر میں آریانہ لالی بہت ہی اچھی لگی ۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح سبق آموز تھیں ۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ کی تحریر امی جان، نعت بیگم لاجواب تھی ۔ اشتیاق احمد کا ناول آخری امید بھی خوب تھا ۔ باقی تمام کہانیاں بہت اچھی لگیں ۔ انکل ! ہمدرد نونہال کا پہلا شمارہ کس سنہ میں شائع ہوا تھا ؟ **فرزین کلیم، حیدر آباد ۔**

ہمدرد نونہال کی اشاعت ۱۹۵۳ء سے شروع ہوئی ہے ۔

● خاص نمبر پڑھ کر مزہ آ گیا ۔ خاص نمبر واقعی میں خاص تھا ۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی ۔ زیور، شکار، منہ بولی بیٹی، موٹا کا گاؤں، چھینک کی دہشت اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت دل چسپ تھیں ۔ نونہال ادیب اور علم دریچے شان دار تھے ۔ **عاقب اسماعیل، سارہ اسماعیل، جویریہ اسماعیل، عائشہ اسماعیل، میرپور خاص ۔**

● پہلی بات اور جاگو جگاؤ نے دل خوش کر دیا ۔ حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبولؐ، یادگار نظمیں، علم دریچے، ہنسی گھر کی تو بات ہی کچھ اور

تھی ۔ اشتیاق احمد کا ناول آخری امید کا تو کیا کہنا ۔ بہت ہی زبردست تھا ۔ دوسری تحریروں میں ننھا مجرم، ڈھنڈورا، شکار، زیور، سیانا کوا، تمھاری نانی مزے دار تھیں ۔ **لائبہ فاطمہ محمد شاہد، میرپور خاص ۔**

● اس ماہ کے خاص نمبر کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے ۔ ناولٹ آخری امید، موٹا کا گاؤں اور منہ بولی بیٹی بہت اچھی کہانیاں لگیں ۔ انکل ! سلیم فرخی صاحب سے کہیں کہ تھوڑی آسان معلومات افزا لکھا کریں بہت ہی مشکل سوال ہوتے ہیں ۔ بلاعنوان انعامی کہانی کا عنوان سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا ۔ بڑی دیر بعد سمجھ میں آیا ۔ لطیفے پڑھ کر مزہ نہیں آیا ۔ انکل ! میں نے اپنے ہاتھ سے ایک کہانی لکھی ہے کیا میں وہ بھیج سکتی ہوں ؟ انکل ! آپ اپنے آفس میں کس وقت ہوتے ہیں ؟ **عمیرہ صابر، کراچی ۔**

معلومات افزا میں سارے درست جواب دینے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، آپ بھی اپنا مطالعہ بڑھائیں ۔ بلاعنوان کہانی کے بے شمار عنوانات موصول ہوتے ہیں، آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آیا ؟ آپ ڈھائی سے پانچ بجے کے درمیان وقت لے کر دفتر میں مل سکتی ہیں ۔

● اس بار کا خاص نمبر واقعی خاص تھا ۔ ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں ۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کی '' زیور '' اور سعدیہ راشد صاحبہ کی تحریر کے ساتھ اشتیاق احمد کا ناول '' آخری امید '' بہت دل چسپ تھا ۔ **نادیہ اقبال، کراچی ۔**

● تمام تحریریں اچھی تھیں ۔ خاص طور پر زیور، امی جان، نعمت بیگم، منہ بولی بیٹی اور علم خزانہ بہت ہی لاجواب اور کمال کی تحریریں تھیں ۔ ڈھنڈورا پڑھ کر بہت ہنسی آئی ۔ خاص نمبر کے ساتھ خاص تحفہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ۔ غرض پورے شمارے کے لفظ لفظ سے علم کی خوشبو آ رہی تھی ۔ **محمد وقار الحسن، اوکاڑہ ۔**

● خاص نمبر بہت ہی اچھا لگا ۔ یہ مکمل کتاب تھی ۔ کہانیوں میں زیور، شکار، منہ بولی بیٹی اور بلاعنوان کہانیاں بہت اچھی تھیں ۔ سب کہانیاں سبق آموز تھیں ۔ یادگار نظمیں بھی بہت پیاری لگیں ۔ جاں باز سپاہی، گدھا اور وطن کا سپاہی بہت ہی اچھی نظمیں تھیں ۔ اس کے علاوہ روشن خیالات اور جاگو جگاؤ کی پیاری باتیں دل میں گھر کر گئیں ۔ **عبدالجبار رومی انصاری، چوہنگ لاہور ۔**

● جون کا شمارہ پڑھ کر بہت ہی زیادہ مزہ آیا ۔ اشتیاق احمد کا ناول '' آخری امید '' نے تو دل ہی جیت لیا ۔ روشن خیالات نے دل روشن کر دیا ۔ کہانیاں سب اچھی تھیں ۔ **غزالہ، ارم، بشریٰ محمد محمود، سکھر ۔**

● جون کا شمارہ یعنی خاص نمبر بہت اچھا تھا سب کہانیاں سبق آموز اور دل چسپ تھیں، لیکن کہانی منہ بولی بیٹی سب سے زیادہ پسند آئی ۔ نظمیں بہت اچھی تھیں خاص طور پر '' جاں باز سپاہی '' بہت اچھی لگی ۔ مسکراتی لکیریں بہت دل چسپ تھی ۔ آخری امید (ناول) پڑھ کر بہت اچھا لگا ۔ ہنسی گھر بھی لاجواب تھے ۔ **سیف اللہ بلوچ، کشمور ۔**

● ساری کہانیاں، نظمیں، معلوماتی تحریریں دل چسپ اور سبق آموز تھیں ۔ اس بار کا ناول تو پچھلے ناولوں سے بھی بازی لے گیا ۔ ڈھنڈورا، زیور، منہ بولی بیٹی، شکار، سیانا کوا، تمھاری نانی، شیخی باز، پری کی ہمدردی، گھوڑی کا تحفہ، بلاعنوان، چھینک کی دہشت، میرا بھائی بہترین تھیں ۔ دیگر کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں ۔ '' اِدھر اُدھر سے '' بہت زبردست تحریریں سموئے ہوئے تھا ۔ محترمہ سعدیہ راشد اور شہید حکیم محمد سعید کی تحریریں نصیحت سے بھرپور تھیں ۔ **طارق محمود کھوسو، کشمور ۔**

● پورا خاص نمبر سپر ہٹ تھا ۔ خاص طور پر آخری امید (ناول) کو پڑھ کر بہت مزہ آیا ۔ باقی بھی کہانیاں اور نظمیں بہت مزے دار تھیں ۔ مثلاً بھینسا اور میں (جاوید اقبال)، سیانا کوا (جاوید بسام)، سازش (پروفیسر مشتاق اعظمی) اور موٹا کا گاؤں (مظفر عارفی) اور بھی بہت سی کہانیاں اور نظمیں سب بہت مزے کی تھیں ۔ **عبدالرحمن اظفر، کراچی ۔**

● اشتیاق احمد کے ناول سے خاص نمبر میں چار چاند لگ جاتے ہیں ۔ اس بار کا سرورق بھی بہت پیارا ہے ۔ معلومات افزا سے ہمارے علم میں اضافہ ہوتا ہے ۔ **طارق قاسم، محمد طلحہ، محمد اسامہ طاہر قریشی، نواب شاہ ۔**

● خاص نمبر واقعی بہت خاص تھا ۔ مسعود احمد برکاتی کی تمام تحریریں اچھی لگیں ۔ اشتیاق احمد کا ناول بھی بہت پسند آیا ۔ شہید حکیم محمد سعید کی سبق آموز مثال اچھی لگی ۔ تمام نظمیں بہت اچھی تھیں ۔ علم دریچے تو کیا ہی کہنے اور روشن خیالات تو بہت ہی اعلا تھے ۔ خاص نمبر کے ساتھ تحفہ بھی بہت پسند آیا ۔ لطیفے بہت ہی اچھے تھے ۔ مختصر یہ کہ تمام رسالہ بہت زبردست تھا ۔ **مریم ساجد، کوئٹہ ۔**

● ہمدرد نونہال ۶۳ برسوں سے نوجوان نسل کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف ہے اور فیض بانٹ رہا ہے ۔ فیض سعیدی بھی یہاں ہے اور فیض برکاتی بھی یہاں مل رہا ہے ۔ دو دو فیض ہیں اور فیض لینے والے لیے جائیں گے ۔ **محمد حمزہ اشرفی، کراچی ۔**

● خاص نمبر واقعی خاص تھا ۔ انتہائی خوب صورت سرورق کے ساتھ جاگو جگاؤ اور روشن خیالات بہت زبردست تھا ۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں ۔ سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں ۔ نظمیں بھی شان دار تھیں ۔ پورا شمارہ پڑھ کر بہت مزہ آیا ۔ بہت ہی خوب صورت اور صحیح انداز میں

تحریریں دل کو چھو لینے والی تھیں۔ **نگہت رمضان، سبطین عاشر، زنیر عاشر بمشہ، بلوچستان۔**

● خاص نمبر پڑھ کے آپ کی کاوشوں کا پتا چلا کہ کتنی محنت، لگن اور محبت سے اسے سنوارا گیا ہے۔ جاگو جگاؤ سے نونہال لغت تک کا فاصلہ بڑی جلدی طے ہوگیا۔ اتنی اچھی تحریریں تھیں کہ تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ **مدیحہ رمضان بمشہ، لسبیلہ۔**

● خاص نمبر بہت ہی اچھا اور منفرد تھا۔ لاجواب کہانیوں کے ساتھ دیگر تحریریں بھی عمدہ تھیں۔ نہایت ہی دل چسپی اور توجہ سے پڑھا۔ بہت مزہ آیا۔ **محمد سبطین عاشر، بلوچستان۔**

● خاص نمبر سپر ہٹ تھا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھی۔ ہمیں بھی ایسا ہونا چاہیے۔ موتا کا گاؤں، زیور، سیانا کوا، شکار، منھ بولی بہن، میرا بھائی ساری کہانیاں زبردست تھیں۔ مسعود احمد برکاتی! اتنی اچھی کہانیاں لکھنے پر شکریہ۔ **سمیرا شمیم صدیقی، کراچی۔**

● اتنا خوب صورت رسالہ نکالنے پر دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ نعت رسول مقبولؐ پڑھ کر جھوم اٹھے۔ پڑوسی تحریر میں پڑوسیوں کے حقوق یاد دلوائے گئے۔ نظم ماہِ رمضان کی آمد پسند آئی۔ امام غزالیؒ تحریر نے اسلاف کی یاد تازہ ہوگئی۔ ڈھنڈورا اور بھینسا اور میں اچھی کہانیاں تھیں۔ امی جان، نعمت بیگم محترمہ سعدیہ راشد کی سبق آموز تحریر تھی۔ **ادیبہ نور، نواب شاہ۔**

● خاص نمبر ہماری توقع سے بڑھ کر تھا پورا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ ساری کہانیاں نمبرون تھیں۔ ڈھنڈورا پڑھ کر خوب ہنسی آئی۔ موتا کا گاؤں، سیانا کوا سمیت ساری کہانیاں سبق آموز تھیں۔ اشتیاق احمد کا ناول زبردست تھا۔ **مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔**

● جون کا شمارہ خاص نمبر دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک خاص طور پر گھوڑی کا تحفہ اور اشتیاق احمد کا ناول آخری امید بہت زبردست تھا۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ موتا کا گاؤں پڑھ کر دل میں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ بلاعنوان انعامی کہانی اے ون تھی۔ نظمیں بھی ساری اچھی لگیں۔ **عائشہ حیا، زونیر عبدالسلام، نواب شاہ۔**

● خاص نمبر بہت زبردست رہا۔ آخری امید، ڈھنڈورا، گھوڑی کا تحفہ اور شکار لاجواب تحریریں تھیں۔ انکل! آپ سے گزارش ہے کہ ہر ماہ نونہال میں ایک خوف ناک کہانی بھی شائع کریں اور سائنسی کہانی بھی۔ **ہیبہ احمد نور، سکھر۔**

● جون کا شمارہ واقعی بہت خاص تھا۔ جاگو جگاؤ سے نونہال لغت تک سب کچھ زبردست تھا۔ ناول آخری امید (اشتیاق احمد) بہت ہی زبردست تھا، پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ کہانیاں تو سب ہی اچھی تھیں، لیکن شکار (نسیمہ قاسمی برکاتی) پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ سارے لطائف بھی بہت اچھے تھے۔ باقی ساری تحریریں بھی بہت مزے دار تھیں۔ نظموں میں سب سے اچھی نظم ہمدرد نونہال (جوہر عباد) تھی۔ **حورعین ناصر بیگ، کراچی۔**

● خاص نمبر واقعی خاص تھا۔ کہانیاں پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ کہانیوں میں موتا کا گاؤں (منظر عارفی)، شکار (نسیمہ قاسمی برکاتی)، ننھا مجرم (حسن منظر) بہت اچھی تھیں اور ناول آخری امید (اشتیاق احمد) بہت اچھا لگا۔ نظموں میں ہمدرد نونہال (جوہر عباد)، پانی (کرشن پرویز) بہت اچھی نظمیں تھیں۔ یادگار نظموں نے بھی دل کو جیت لیا۔ غرض رسالے کی ہر چیز بہت اچھی لگی۔ انکل! کیا آپ سعید لخت صاحب کو جانتے ہیں؟ **حافظ عابد علی، راولپنڈی۔**

> **سعید لخت سے شاید لاہور میں ایک آدھ بار ملاقات ہوئی ہے، مگر تفصیل یاد نہیں۔**

● جون کا شمارہ ہمیشہ کی طرح سپر ہٹ تھا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ نظمیں بھی بہت اچھی تھیں۔ سب سے اچھی تو پہلی بات (مسعود احمد برکاتی) اور امام غزالیؒ تھیں۔ **اسریٰ خان، کراچی۔**

● جون کا خاص نمبر بہت ہی زبردست تھا۔ ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ کہانیوں کی کتاب کے تحفے کے لیے شکریہ۔ **علینہ وسیم، کراچی۔**

● سرورق پسند نہیں آیا۔ کہانیوں میں زیور، چھینک کی دہشت اور آخری امید بازی لے گئیں۔ بقیہ تمام تحریریں بھی دل کو بھا گئیں۔ تحفہ بہت پسند آیا۔ **سمعیہ خلیل الرحمٰن، حیدرآباد۔**

● نونہال کا خاص نمبر جون ۲۰۱۵ء پڑھا۔ لطائف پڑھ کر مزہ آگیا۔ کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ خاص طور پر منھ بولی بہن اور موتا کا گاؤں بہت پسند آئیں۔ **صلاح الدین، حدیقہ ناز، بلوچستان۔**

● خاص نمبر سچ مچ خاص تھا۔ سارا شمارہ بہت پسند آیا۔ آخری امید ناول بے حد پسند آیا۔ کہانیاں ساری اچھی لگیں۔ **عائشہ خالد، جگہ نامعلوم۔**

● خاص نمبر بہت زبردست تھا۔ زیور کہانی بھی اپنی جگہ خاص تھی۔ مختصر ناول آخری امید بھی بہت اچھا لگا۔ بلاعنوان کہانی پڑھ کر واقعی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ہنسی گھر پڑھ کر پورا گھر ہنسنے پر مجبور ہوگیا۔ شیخی باز پڑھ کر واقعی سبق حاصل ہوا۔ اسی طرح مستقبل کی کہانی، چھینک کی دہشت پڑھ کر واقعی دہشت محسوس ہوئی۔ اسی طرح ساری

کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔ **حافظ محمد عبداللہ جاوید اقبال، کراچی۔**

● جون کا شمارہ لاجواب تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ ناول آخری امید لاجواب تھا۔ پڑھ کر بہت مزا آیا۔ گھوڑی کا تحفہ سپر ہٹ کہانی تھی۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ **عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔**

● تمام کہانیاں، نظمیں، لطیفے، اشعار، نونہال مصوری اور تصویر خانہ اور تمام سلسلوں نے رسالے کو چار چاند لگا دیے۔ ناولٹ آخری امید (اشتیاق احمد) نے سنہ ۲۰۱۴ء کے ناولٹ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ **نیاز قدیر، کراچی۔**

● جون کا خاص نمبر بڑا ہی زبردست تھا۔ سب کہانیاں سبق آموز تھیں۔ محترم جناب مسعود احمد برکاتی کا بہت شکریہ کہ انھوں نے اتنا مزے دار رسالہ شائع کیا۔ **عبداللہ شیخ بن اشتیاق احمد، شہداد پور۔**

● تمام کہانیاں زبردست تھیں اور سب نے دل کے تاروں کو چھو لیا۔ سب ادیبوں نے بہت اچھا لکھا۔ لطائف بھی بس کھٹے میٹھے تھے۔ علم در یچے اور نونہال ادیب شان دار تھے۔ مکمل شمارہ سرورق تا نونہال لغت ماشاء اللہ بہت دل کش اور حسین تھا۔ **اسامہ ظفر راجا، آر، ڈبلیو، پی۔**

● جون کا خاص نمبر نہایت دل چسپ اور مزے دار تھا۔ پڑھنے میں بہت مزہ آیا۔ تمام کہانیاں سپر ہٹ تھیں۔ لطیفے بھی اچھے لگے۔ **شہر بانو محمود، اٹک سٹی۔**

● خاص نمبر بہت ہی خاص تھا۔ سب کہانیاں بہت اچھی تھیں اور مزے دار، کہانیوں کے ساتھ کتاب کا تحفہ بھی بہت خاص تھا۔ اس ناول کی جگہ کوئی دوسرا ناول لینا چاہیے تھا۔ **اقصیٰ انصاری، جھول۔**

● ساری کہانیاں بہت دل چسپ تھیں۔ خصوصاً اشتیاق احمد کا ناول سپر ہٹ رہا۔ ڈھنڈورا (وقار محسن)، چھینک کی دہشت (ثمینہ پروین) اور موتا کا گاؤں (منظر عارفی) بھی معیاری کہانیاں تھیں۔ تمھاری نانی (فرزانہ روحی اسلم) پڑھ کر مزہ نہیں آیا۔ **مجاہد الرحمٰن، ثروت الرحمٰن، کراچی۔**

● ہمیشہ کی طرح اس بار بھی خاص نمبر سپر ہٹ تھا۔ ہر کہانی شان دار اور اشتیاق احمد صاحب کا مکمل ناول دل چسپی سے بھرپور تھا۔ لطائف پسند آئے۔ انکل! مسعود احمد برکاتی صاحب بہت ہی اچھی تحریریں لکھتے ہیں۔ **عبید الرحمٰن، حیدرآباد۔**

● اشتیاق احمد صاحب کا دل چسپی سے بھرپور ناول بہت پسند آیا۔ سرورق کچھ خاص نہیں لگا۔ باقی پورا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ **سیف الرحمٰن، حیدرآباد۔**

● سرورق بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ لطائف بہت پسند آئے۔ اشتیاق احمد کا مکمل ناول اور مسعود احمد برکاتی صاحب کی تحریر "زیور" کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ تمام کہانیاں بہت پسند آئیں۔ علم در یچے اور نونہال ادیب اچھی تحریریں تھیں۔ الغرض پورا ہی شمارہ بہترین تھا۔ **رفیدہ سحر، حیدرآباد۔**

● خاص نمبر بہت اچھا تھا۔ لطیفے، نظمیں، کہانیاں سب دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ انکل! میرے پاس نونہال بک کلب کا کارڈ ہے کیا میں پرانے نونہال اس سے منگوا سکتا ہوں؟ **قلزا میر، سکھر۔**

> **پہلے پرانے شماروں کی تفصیل لکھیے۔**

● تحریر پڑوسی سے پڑوسیوں کی اہمیت معلوم ہوئی۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر سبق آموز مثال پڑھ کر پتا چلا کہ برطانیہ کی حکومت کتنی فعال ہے۔ کہانی سازش مزے دار کہانی تھی۔ باقی کہانیوں میں بھینسا اور میں، ننھا مجرم، میرا بھائی، چھینک کی دہشت، موتا کا گاؤں اور منھ بولی بہن بہت پسند آئیں۔ ناول آخری امید بس ٹھیک ہی تھا۔ تحریر معلومات ہی معلومات سے، معلومات میں بے حد اضافہ ہوا۔ ڈولفن کے بارے میں تحریر پسند آئی۔ غرض کہ ہر تحریر بہترین، رنگینیوں اور دل چسپیوں سے مزین تھی۔ **عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر۔**

● خاص نمبر واقعی خاص نمبر ثابت ہوا۔ ہر کہانی، ہر مضمون اور ہر لفظ خاص تھا۔ سرورق بھی خوب رہا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ شیخی باز، بلاعنوان، شکار، گھوڑی کا تحفہ بھی اچھی تھیں۔ مضامین اور نظمیں بھی لاجواب تھیں۔ نونہال مصور، علم در یچے، ادھر اُدھر سے اچھے سلسلے ہیں۔ **حسنہ ذوالفقار، کراچی۔**

● جون کا خاص نمبر واقعی خاص ہے نظمیں اور کہانیاں سب بہت ہی شان دار تھیں۔ سب سے اچھی کہانی موتا کا گاؤں تھی۔ پڑھ کر مزہ آیا۔ نعت رسول مقبولؐ (ضیاء الحسن ضیا) بہت پسند آئی۔ مضمون پڑوسی بھی اچھا لگا۔ آپ کا شکر گزار ہوں کہ اتنا عالی شان رسالہ مرتب کرتے ہیں۔ **محمد حبیب الرحمٰن، کراچی۔**

● جون کا شمارہ زبردست تھا۔ سرورق بھی شان دار تھا۔ ناول بھی زبردست تھا اور آپ لوگوں کی محنت کا منھ بولتا ثبوت تھا غرض کہ خاص نمبر میں ہر چیز شان دار تھی۔ **جویریہ فاروقی، کراچی۔**

● جون میں خاص نمبر پڑھا اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے ہر تحریر اپنی جگہ پر نہایت بہترین تھی۔ خاص طور پر زیور، بھینسا اور میں اور بلاعنوان کہانی نے متاثر کیا۔ اشتیاق احمد کے ناول آخری امید نے خاص نمبر کا مزہ دوبالا کر دیا۔ نظمیں بھی سب بہت اچھی تھیں۔ غرض کہ پورا رسالہ بہترین تھا۔ **زہرہ کنول احمد، جگہ نامعلوم۔**

☆☆☆

نونہال لغت

قِلقاریاں	قِ لْ قا رِ یا ں	بے زبان یعنی شیر خوار (دودھ پیتے) بچے کا آواز کے ساتھ ہنسنا۔
پَیرو کار	پَے رَ و کا ر	کوشش کرنے والا۔ وکیل۔
قَفَس	قَ فَ س	پنجرا۔ پھندا۔ جال۔ قید خانہ۔
حُرمت	حُ رْ مَ ت	عزت۔ آبرو۔ عظمت۔ حرام ہونا۔
مِدحت	مِ دْ حَ ت	تعریف۔ توصیف۔ ثنا۔ ستائش۔
پَژمردہ	پَ ژْ مُ رْ دَ ہ	مرجھایا ہوا۔ کملایا ہوا۔ افسردہ۔
دَست بردار	دَ سْ تْ بَ رْ دا ر	چھوڑنے والا۔ کنارہ کرنا۔ الگ ہونا۔
عاصی	عا صِی	گناہ گار۔ نافرمان۔ باغی۔ سرکش۔
رَتن	رَ تَ ن	قیمتی پتھر۔ جواہر۔ نگ۔ ہیرا۔
اُسلوب	اُ سْ لُو ب	طریقہ۔ طرز۔ ڈھنگ۔ وضع۔ انداز۔
تَکرار	تَ کْ رَا ر	بار بار کہنا۔ دہرانا۔ حجت۔ بحث۔ جھگڑا۔
تَلاطُم	تَ لا طُ م	موجوں کا زور۔ پانی کے تھپڑے۔ موج۔ لہر۔ جوش۔ ولولہ۔
یارا	یا رَ ا	قوت۔ توانائی۔ حوصلہ۔ ہمت۔
دِل جُوئی	دِ لْ جُو ئی	دل داری۔ تسلی۔ تسکین۔
کِینہ	کِ یْ نَہ	حسد۔ بغض۔ عداوت۔
مَخزن	مَ خْ زَ ن	جمع کرنے کی جگہ۔ خزانہ۔ ذخیرہ۔ گودام۔
گُفتار	گُ فْ تا ر	گفتگو۔ بول چال۔